۱۱۷

تحریفِ قرآن؟

۳۵۴

سازمان تبلیغات اسلامی روابط بین الملل

358

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

۲۵۴

نام کتاب ـــ تحریف قرآن؟

مؤلف ـــ حجۃ الاسلام شیخ رسول جعفریان

مترجم ـــ حجۃ الاسلام جناب تمناز علی صاحب

ناشر ـــ سازمان تبلیغات اسلامی روابط بین الملل

تعداد ـــ ۵۰۰۰

حجم ـــ ۲۱ x ۱۴

تاریخ ـــ جمادی الاول سنہ ۱۴۱۰ھ

کاتب ـــ قلبی حسین رضوی کشمیری

طباعت ـــ

فہرست

- تحریف کے معنی ۵
- عدم تحریف اور قرآن ۷
- استدلال پر اعتراض اور اس کا جواب ۱۰
- عدم تحریف اور روایات ۱۳
- زمانۂ پیغمبرؐ میں جمع قرآن اور عدم تحریف ۱۸
- عہد نبویؐ میں جمع قرآن کی دلیلیں ۱۸
- تاریخ کی گواہی ۲۶
- تحریفِ قرآن اور شیعہ سنی نقطۂ نظر ۲۹
- اہل سنت اور روایاتِ تحریف ۲۹
- اصحاب کے مصحفوں میں اختلاف ۳۰
- مصحف ابن زبیر ۳۴
- مصحف عبد اللہ ابن عمرو ابن عاص ۳۴
- مصحف عائشہ ۳۵
- مصحف حفصہ ۳۵
- مصحف ام سلمہ ۳۵
- تابعین کے مصحفوں میں اختلاف ۳۶
- صحاح وغیرہ میں روایات ۳۷
- تحریف کے سلسلے میں روایاتِ اہل سنت کا جواب ۴۴
- قصہ بسم اللہ کی تحریف کا ۴۷
- حروف مقطعات سوروں کے نام ہیں ۴۹
- تلاوت کا منسوخ ہونا ۴۹
- جمع قرآن اور تحریف ۵۳
- تحریف اور شیعہ روایات ۵۹
- شیعہ اور تحریف ۷۴
- مصحف علیؑ ؟ ۸۵
- علیؑ اور جمع قرآن ۸۵
- مصحف فاطمہؑ ۹۰
- فصل الخطاب، تحریف اور اہل سنت ۹۳

عرضِ ناشر

زیرِ نظر کتاب موضوع کے اعتبار سے کتنی اہم ہے، اس کا اندازہ قارئین کرام کو مطالعہ کے بعد ہی ہوگا۔ ویسے اس میں شک نہیں کہ "تحریف قرآن" کا موضوع اپنی حسّاسیت اور وقعت کے اعتبار سے عامہ اور خاصہ دونوں کے یہاں بڑی دلچسپی کی نگاہ سے دیکھا اور پڑھا جاتا ہے۔ اس کی ایک مثال تو یہی ہے کہ یہ تحقیقی مقالہ عربی سے اردو میں ترجمہ ہوا اور چار قسطوں میں مجلۂ توحید میں شایع ہو کر قبول عام حاصل کر چکا ہے۔

قارئین کرام کے شدید اصرار اور موضوع کی اہمیت کے پیش نظر ہم اسے کتابی شکل میں شایع کر رہے ہیں اور امیدوار ہیں کہ ہماری یہ ناچیز کوشش بارگاہ احدیت میں قبولیت کا شرف حاصل کرے گی۔

ادارہ

تحریف کے معنی

تحریف کی بحث شروع کرنے سے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہے کہ لغت میں تحریف کے کیا معنے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ ہماری بحث کس معنی سے متعلق ہے۔

راغب نے مفردات میں لکھا ہے: "وتحریف الکلام ان تجعله علی حرف من الاحتمال یمکن حمله علی الوجهین"[1] کلام کو اس طرح قرار دینا تحریف ہے کہ اس کو دو معنوں پر حمل کرنا ممکن ہو۔

اس بنا پر لفظ تحریف، تحریف لفظی میں ظہور نہیں رکھتا یعنی تغییر و تبدیلی عبارت کے معنی میں نہیں ہے بلکہ راغب کے بتائے ہوئے معنی کے مطابق لفظ تحریف، تحریف معنوی میں ظہور رکھتا ہے ان ہی معنوں میں قرآن کریم میں یہودیوں کے لئے ارشاد ہوتا ہے: "یحرفون الکلم عن مواضعه"[2] "یہودیوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو لفظوں کو ان کی جگہ سے ہٹا کر تحریف کرتے ہیں۔"

یعنی آیت اس بات پر دلالت کر رہی ہے کہ یہودی عبارت کو تو محفوظ رکھتے ہیں مگر لفظوں کو ادھر ادھر کر کے اس کو دوسرے معنی پہنا دیتے ہیں۔

البتہ لفظ تحریف، تحریف معنوی میں ظہور رکھنے کے باوجود تحریف لفظی میں بھی استعمال ہوا ہے اس بنا پر تحریف کی قسمیں ہوئیں ۱۔ تحریف معنوی ۲۔ تحریف لفظی

---

[1] مفردات ص ۱۱۲

[2] سورۂ نساء ص ۴۶

تحریف
- ۱۔ لفظی
  - ۱۔ سورہ اور آیات میں تحریف
  - ۲۔ کلمات میں تحریف (اس کی دو قسمیں ہیں)
    - ۱۔ اختلاف قرأت
    - ۲۔ وہ تحریف جس سے ہم اس رسالہ میں بحث کریں گے
  - ۳۔ حروف اور حرکات میں تحریف
- ۲۔ معنوی

۱۔ تحریف معنوی تو قرآن میں یقیناً واقع ہوئی، بعض تفسیروں میں جو ایسی تحریف واقع ہوئی ہے تو شاید اس کا سبب یہ ہو کہ بعض مذاہب والوں نے آیات کو اپنے مذہب کی تائید کے لئے اس کے اصل معنے بدل دیئے ہوں۔ اس طرح کی تحریف کے لئے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: "انهم اقاموا حروفه و حرّفوا حدوده فهم يروونه ولا يرعونه"[1] "انہوں نے حرفوں کو تو قائم رکھا مگر ان کے حدود میں تبدیلی کر دی (یعنی معنی بدل دیا) وہ لفظوں کو تو نقل کرتے ہیں مگر مفہوم کی رعایت نہیں کرتے۔

۲۔ تحریف لفظی ــــ حروف و حرکات میں تحریف ہو یا کلمات میں تحریف ہو یا آیات اور سوروں میں تحریف ہو۔ یہ سب تحریف لفظی کی قسمیں ہیں۔

الف۔ حروف اور حرکات میں تو یقیناً تحریف ہوئی ہے اس لئے کہ بعض آیتوں کی قرأت میں اختلاف ہے اور قراءتوں کا سات یا دس تک پہونچ جانا اس بات کی دلیل ہے کہ حروف و حرکات میں تحریف ہوئی ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ اختلاف قرأت خدا اور رسولؐ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ چونکہ مسلمانوں نے پیغمبرؐ کی تعلیم کردہ قرأت پر بھرپور توجہ نہیں دی اور پھر جب مختلف شہروں (شام و عراق وغیرہ) میں پھیل گئے تو چونکہ وہاں کے عوام کے لہجوں میں فرق تھا اس لئے اعراب ــــ اور حروف میں تبدیلی ہو گئی یا یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں قرآن میں اعراب اور نقطے نہیں تھے اس لئے قراءتوں میں اختلاف ہو گیا ہو جیسے "فتبیّنوا" کے بجائے فتثبّتوا کی قرأت۔ اس قسم کے اختلاف کو علماء اہل سنت نے اپنی تفسیر اور علم قرأت کی کتابوں میں جمع کیا ہے اور علماء شیعہ نے بھی اہل سنت وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

اس سلسلہ میں "تفسیر مجمع البیان" کا مطالعہ مفید ہوگا جس میں اس قسم کے اختلاف کو علماء اہل سنت سے نقل کیا گیا ہے۔

---

[1] روضۃ الکافی ص ۱۲۸ طبع اسلامیہ، الوافی ج ۵ ص ۲۷۴

ب ۔ کلمات میں تحریف ۔ بعض کلمات میں بھی ایک قسم کی تحریف ہوئی ہے اس سلسلہ میں جو روایتیں نقل ہوئی ہیں ان میں سے زیادہ تر روایتیں علماء اہل سنت سے مروی ہیں ہم تحریف کی بحث میں جو مثالیں ذکر کریں گے وہ اس کے ثبوت کے لئے کافی ہوں گی ۔

اس قسم کی تحریف کا سبب بھی وہی ہے جو ابھی ابھی ہم نے حروف اور اعراب کی تحریف کے وجوہات میں بیان کیا ہے ۔ یا اس کا سبب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض علماء اہل سنت کا خیال ہے کہ معنی میں جو کلمات مشترک ہیں ان کو تبدیل کر کے اس کا بدل رکھ دینا جائز ہے جیسا کہ ابن مسعود نے اس جواز کا اعلان فرمایا ہے[1]۔

لیکن یہ ذکر کر دینا ضروری ہے کہ اس قسم کی تحریف اہم نہیں ہے ۔ جو روایتیں کلمات کی تحریف کے سلسلہ میں نقل ہوئی ہیں ان کو ہم رد کر دیں گے کیوں کہ وہ سب احاد ہیں ۔

اب رہا کلمات میں سے بعض اسماء یا عبارتوں کا اس طرح حذف ہو جانا جس سے معنی بدل جائے ، تو اس قسم کی تحریف کو چند افراد کے سوا کوئی مسلمان قبول نہیں کرتا کیونکہ متواتر روایتوں سے ثابت ہے کہ قرآن اتنا ہی نازل ہوا ہے جتنا آج دو دفتیوں کے درمیان موجود ہے ۔

ج ۔ آیات اور سوروں میں تحریف کے سلسلہ میں اکثر روایتیں اہل سنت سے منقول ہیں ، البتہ شیعوں نے بھی بعض روایتیں بیان کی ہیں لیکن سوائے چند شیعہ سنی اخباری علماء کے اور کوئی ان روایتوں کو تسلیم نہیں کرتا ہم آئندہ صفحات میں انشاء اللہ اس سے بحث کریں گے ۔

عدم تحریف اور قرآن

بعض مفسرین نے بعض آیتوں سے عدم تحریف پر استدلال کیا ہے مثلاً آیہ " انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون[2]" ہم نے قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ۔

---

[1] غریب الحدیث ج ۲ ، ص ۶۵

[2] سورۃ الحجر / ۹

علامہ طباطبائی رحمہ اللہ اس آیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں[1]۔

فهو ذكر حي خالد مصون من أن يموت و ينسى من اصله مصون من الزيادة عليه بما يبطل به كونه ذكرا، مصون من النقص، كذلك مصون من التغيير في صورته وسياقه بحيث تتغير به صفة كونه ذكر الله مبينا لحقائق معارفه فالآية تدل على كون كتاب الله محفوظا من التحريف بجميع اقسامه۔

یہ ایسا ذکر ہے جو ہمیشہ زندہ اور محفوظ ہے اس ذکر کو نہ تو موت آسکتی ہے اور نہ بالکل بھلایا جاسکتا ہے، ایسی زیادتی اور کمی سے محفوظ ہے جس سے اس ذکر پر حرف آئے، یہ ذکر سیاق اور صورت کی ایسی تبدیلی اور تغیر سے بھی محفوظ ہے جس کی بنا پر ذکر میں صفت ذکر نہ رہ جائے اور حقائق و معارف خدا کو بیان نہ کر سکے لہٰذا آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قرآن ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے۔

اس کے بعد فرماتے ہیں" ان الآية بقرينة السياق انما تدل على حفظ الذكر الذي هو القرآن بعد انزاله الى الابد" آیت کے سیاق کا قرینہ بتاتا ہے کہ یہ ہمیشہ کے لئے ذکر یعنی قرآن کی حفاظت پر دلالت کر رہی ہے۔

علامہ زمخشری اس آیت کے سلسلہ میں رقمطراز ہیں۔

"..... وهو حافظه في كل وقت من كل زيادة و نقصان وتحريف وتبديل بخلاف الكتب المتقدمة .... فقد جعل ذالك دليلاً على انه منزل من عنده آية، لانه لو كان من قول البشر وغير آية لتطرق عليه الزيادة والنقصان كما يتطرق على كل كلام سواه[2].....

[1] المیزان ج ۱۲، ص۱۰۳ - ۱۰۴

[2] الکشاف ج ۳ ص۵۷۲

ہر زمانہ میں ہر طرح کی زیادتی اور کمی سے خدا قرآن کو محفوظ رکھنے والا ہے گذشتہ کتابوں کے برخلاف ..... یہ اس بات کی دلیل ہے کہ قرآن اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور آیت سے اس لئے کہ اگر یہ کسی بشر کا کلام ہوتا، یا آیت نہ ہوتی تو کمی اور زیادتی کا گذر ہو سکتا تھا جیسا کہ خدا کے کلام کے علاوہ دوسروں کے کلام میں ایسا ہوتا رہتا ہے۔

آیت اللہ خوئی تحریر فرماتے ہیں :-

"..... فان فی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی حفظ القرآن من التحریف وان الایدی الجائرۃ لن تتمکن من التلاعب فیہ [1] " یہ آیت قرآن کی تحریف سے حفاظت پر دلالت کر رہی ہے اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ظالموں کے دست ظلم قرآن سے کوئی کھیل نہیں کھیل سکتے۔

امام فخر الدین رازی کا بیان ہے۔

"..... انا نحفظ ذالک الذکر من التحریف والزیادۃ والنقصان [2]"

ہم اس ذکر کو تحریف، زیادتی اور کمی سے محفوظ رکھیں گے۔

فیض کاشانی تحریر فرماتے ہیں :-

" (وانا لہ لحافظون) من التحریف والتغییر والزیادۃ والنقصان [3]"

ہم تحریف، تبدیلی، کمی اور زیادتی سے اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

شیخ ابو علی طبرسی رقم طراز ہیں :-

" (وانا لہ لحافظون) عن الزیادۃ والنقصان والتحریف والتغییر وعن الحسن: معناہ متکفل بحفظہ الی آخر الدھر علی ماھو علیہ فتنقلہ الامۃ وتحفظہ عصراً بعد عصر الی یوم القیامۃ لقیام الحجۃ بہ علی الجماعۃ من کل من لزمتہ دعوۃ النبی" [4]

[1] البیان ص ۲۲۶ [2] تفسیر کبیر جلد ۱۹ ص ۱۶۰ — ۱۶۱ [3] تفسیر صافی جلد ۱ ص ۸۶۸ طبع اسلامیہ

[4] مجمع البیان جلد ۵، ۶ ص ۳۳۱ قتادہ حسن آیت کے سلسلہ میں بیان کرتے ہیں کہ فلا یستطیع ابلیس ان یزید فیہ باطلا ولا ینقص منہ حقا، درمنثور جلد ۴ ص ۹۴ یعنی ابلیس اس قرآن میں نہ باطل کا اضافہ کر سکتا ہے اور نہ حق کو کم کر سکتا ہے۔

ہم کمی زیادتی اور تحریف سے اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں۔ حسن بیان کرتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن جس طرح سے ہے اسی طرح آخر زمانہ تک ہم اس کی حفاظت کے ذمہ دار ہیں یہاں تک کہ قومیں گذرتے اور حفاظت کرتے ہوئے قیامت تک پہونچ جائیں اور ان تمام لوگوں پر اس کے ذریعہ حجت تمام ہو جائے جو پیغمبر کی دعوت کے مخاطب قرار پائے ہیں۔

اس استدلال پر اعتراض اور اس کا جواب

الف: ممکن ہے کوئی کہے کہ ہم کو اس بات سے انکار نہیں ہے کہ آیت قرآن کی کمی اور زیادتی سے حفاظت ہی کو بیان کر رہی ہے لیکن یہ مفہوم اس طرح بھی صادق آسکتا ہے کہ قرآن بعض افراد کے پاس محفوظ رہے۔

ہم اس کے جواب میں عرض کریں گے کہ یہ بات صحیح نہیں ہے اس لئے کہ خدا کی طرف سے قرآن کے نازل ہونے کی غرض یہ تھی کہ انسان صراط مستقیم پر گامزن ہو اس کی ہدایت ہو جائے اور وہ اپنے کمال کے آخری زینہ تک پہونچ جائے یہ ہدایت بعض انسانوں سے مخصوص نہیں ہے کہ صرف ان کے پاس قرآن محفوظ رہ جائے لہذا قرآن کے نازل ہونے کی غرض کا تقاضا یہی ہے کہ وہ تمام انسانوں کے پاس محفوظ ہو۔

اس لئے کہ کسی ایک انسان کے پاس محفوظ رہنے کا فائدہ ہی کیا ہے؟ کیا غرض صرف قرآن کی حفاظت ہے، لوگوں کو فائدہ پہونچانا نہیں! اگر ایسا ہے تو قرآن کا لوح محفوظ ہی میں رہ جانا کافی ہے، لیکن اگر قرآن ہدایت کے لئے نازل ہوا ہے تو پھر صرف بعض افراد کے پاس محفوظ رہنے کا کوئی فائدہ نہیں۔

آیت اللہ خوئی اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

"...... انما المراد بالذکر هو المحکی بهذا القرآن الملفوظ او المکتوب وهو المنزل علی رسول الله (ص) والمراد بحفظه صیانته من التلاعب والضیاع فیمکن للبشر عامة ان یصلوا الیه وهو نظیر قولنا: القصیدة

الفلانیه محفوظة ، فانا نرید من حفظها صیانتها و عدم ضیاعها بحیث یمکن الحصول علیها"[1] ـــــ ذکر سے مراد یہی قرآنِ ملفوظی یا مکتوبی ہے اور یہی قرآن پیغمبر پر نازل ہوا تھا اور حفظ سے مراد قرآن کا ضایع اور برباد ہونے سے محفوظ رہ جانا ہے تاکہ عام انسان اس سے استفادہ کرسکیں جیسے ہم کہتے ہیں کہ "فلاں قصیدہ محفوظ ہے" تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ قصیدہ ضایع نہیں ہوا ہے بلکہ محفوظ ہے اس کو حاصل کیا جاسکتا ہے۔

ب ۔ ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ جو قرآن اسلامی ممالک میں نشر ہوا ہے اسمیں اگر عمداً نہ سہی تو سہواً تحریف ہوسکتی ہے ۔ یہ ممکن ہے کہ کوئی کلمہ یا کوئی آیت بغیر قصد کے بھولے سے حذف ہوجائے۔ اگر عدم تحریف کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرح کی تحریف اور تبدیلی سے قرآن محفوظ رہیگا تو پھر اس طرح کی غیر ارادی تحریف کا کیا مطلب ہوسکتا ہے ؟ ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس طرح کی تحریف ، خدا کی طرف سے حفاظت قرآن کی ذمہ داری کو نقصان نہیں پہونچا سکتی ۔ اس لئے کہ اگر غیر ارادی طور پر کسی لفظ یا آیت میں تحریف ہوجائے تو ایسا نہیں ہے کہ قرآن میں ایسی تبدیلی کا باعث بنے جس سے اصل قرآن واضح نہ ہوسکے اس لئے کہ صحیح شکل و صورت میں بھی تو قرآن چھپ چکا ہے جس سے مطابقت کرلینے کے بعد قرآن کی اصلیت واضح ہوجائے گی ۔

ج ۔ یہ بھی اعتراض کیا جاسکتا ہے کہ عدم تحریف ثابت کرنے کے لئے قرآن سے تمسک کرنا درست نہیں ہے اس لئے کہ جس آیت کو دلیل میں پیش کیا جارہا ہے ممکن ہے اسی میں تحریف ہوگئی ہو۔ ممکن ہے آیہ" انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون" ہی محرّف ہو ایسی صورت میں اس آیت سے استدلال درست نہیں ہوگا۔

مگر اس کا جواب یہ ہے کہ اس آیت کی عدم تحریف پر اجماع ہے کسی نے بھی اس میں تحریف کا دعویٰ نہیں کیا ہے (لہٰذا آیت قطعی طور پر محفوظ ہے)

---

[1] البیان ص ۲۲۷-۲۲۸

دوسری آیت

وانہ لکتاب عزیز لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید[1]

مذکورہ آیت بتاتی ہے کہ قرآن میں باطل نہیں داخل ہو سکتا اور نہ آیات کا تبدیل کرنا ممکن ہے۔ اور تحریف تو باطل کا مکمل مصداق ہے ۔ لہٰذا جب باطل کا دخل قرآن میں ناممکن ٹھہرا تو پھر بھلا تحریف کا گذر کیسے ہو سکتا ہے ۔

علامہ طباطبائی مرحوم فرماتے ہیں :-

معنی اتیان الباطل ورودہ فیہ وصیرورۃ بعض اجزائہ او جمیعہا باطلا بان یصیر ما فیہ من المعارف الحقۃ او بعضہا غیر حقہ، او ما فیہ من الاحکام والشرائع وما یلحقہا من الاخلاق او بعضہا لغی لا ینبغی العمل بہ[2] "

باطل کے آنے کا مطلب یہ ہے کہ باطل قرآن میں داخل ہو جائے اور اس کے کل یا بعض اجزاء اس طرح باطل بن جائیں کہ حق ناحق میں تبدیل ہو جائے ، احکام وشرائع واخلاق وغیرہ اس طرح لغو ہو جائیں کہ پھر ان پر عمل کرنا ممکن نہ ہو ــــ پتہ چلا کہ قرآن کریم میں باطل کے دخل کو آیت روکتی ہے ۔

عدم تحریف اور روایات

الف : سنی اور شیعہ دونوں کی کتابوں میں پیغمبرؐ اور ائمہ اطہار علیہم السلام سے بہت سی ایسی روایتیں نقل ہوئی ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ حدیث کو قرآن پر پیش کرو جو روایت مطابق قرآن ہو اس کو لے لو اور جو مخالف ہو اسکو چھوڑ دو جیسے پیغمبرؐ نے فرمایا :-

---

[1] سورۂ فصلت /۴۱-۴۲

[2] المیزان ج ۱۷ ص ۴۲۴

تکثر لکم الاحادیث بعدی، فاذا روی لکم عنی حدیث فاعرضوہ علیٰ کتاب اللّٰہ، فما وافق کتاب اللّٰہ فاقبلوہ وما خالف فردوہ۔"

میرے بعد تمہارے سامنے بہت سی حدیثیں آئیں گی اگر مجھ سے کوئی روایت کرے تو اس کو کتاب اللّٰہ کے معیار پر پرکھو اگر موافق کتاب ہو تو لے لو ورنہ چھوڑ دو۔

نیز پیغمبرؐ نے فرمایا :۔

ان علیٰ کل حق حقیقۃ، وعلیٰ کل صواب نوراً فما وافق کتاب اللّٰہ فخذوہ وما خالف کتاب اللّٰہ فدعوہ

ہر حق پر ایک حقیقت اور ہر درستگی پر ایک نور ہے جو کتاب خدا سے موافقت کرے اس کو لے لو اور جو مخالف ہو اس کو چھوڑ دو۔

صادق آل محمد علیہ السلام نے فرمایا :۔

کل حدیث لا یوافق کتاب اللّٰہ فهو زخرف[1]"

جو حدیث کتاب خدا کے موافق نہ ہو وہ باطل ہے۔

جب قرآن کریم، حدیث کی صحت کا معیار ہے تو اس کو خود تحریف سے محفوظ رہنا چاہیئے۔ (واضح رہے کہ ان ہی حدیثوں میں سے کچھ حدیثیں ایسی ہیں جن کے ظاہر سے تحریف کا پتہ چلتا ہے) اس مقام پر دو طرح سے استدلال کیا جاتا ہے۔

۱۔ قرآن حدیثوں پر مقدم ہے، قرآن ہی حدیثوں کی صحت کا معیار ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کو تحریف سے پاک ہونا چاہئے ورنہ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کا یہ حکم دینا کہ حدیث کو قرآن پر پیش کرو قرآن کے محرف ہونے کی صورت میں غیر معقول ہوگا۔

۲ جو لوگ بعض روایات سے تحریف پر استدلال کرتے ہیں ان کا یہ استدلال مذکورہ بالا

---

[1] تینوں حدیثوں کے حوالہ کے لئے ملاحظہ فرمائیں : اصول الخفیہ ص۲۳ منقول از "الصحیح من سیرۃ النبیؐ جلد ا ص۳۰ وسائل الشیعہ جلد ۱۸ ص۷۸ من الکافی، المحاسن، الامالی ص۹۷، مصنف عبد الرزاق جلد ۱۱ ص۱۵۶ وجلد ۱۰ ص۳۱۳ وجلد ۶ ص۱۱۲، تہذیب تاریخ دمشق جلد ۱۵ ص۱۳۷، وتفسیر البرهان جلد ۱ ص۲۸، البیان والتبیین جلد ۲ ص۲۸

روایتوں کے مخالف ہے۔ اس لئے کہ بعض آیتیں صریحی طور پر عدم تحریف پر دلالت کرتی ہیں لہٰذا جب کوئی ایسی روایت ملے جس کے ظاہر سے تحریف کا پتہ چلتا ہو تو اس کو ٹھکرا دینا لازم ہے جیسا کہ پیغمبرؐ اور ائمہ علیہم السلام نے حکم بھی دیا ہے۔

اس بنا پر فیض کاشانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں :-

قد استفاض عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم والائمۃ علیہم السلام حدیث عرض الخبر المروی علی کتاب اللّٰہ لتعلم صحتہ بموافقتہ لہ، او فسادہ بمخالفتہ، فاذا کان القرآن الذی بایدینا محرفاً فما فائدۃ العرض مع ان خبر التحریف مخالف لکتاب اللّٰہ مکذب لہ، فیجب ردہ والحکم بفسادہ اوتاویلہ[1]

پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام سے بہت سی ایسی حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ تم روایتوں کو کتاب خدا پر پرکھو، اس لئے جو روایت موافق کتاب ہوگی اس کے صحیح ہونے کا اور جو مخالف کتاب ہوگی اس کے غلط ہونے کا پتہ چل جائیگا۔ اگر موجودہ قرآن محرف ہے تو پھر اس قرآن پر روایتوں کے پیش کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے؟ درآں حالیکہ روایات تحریف، کتاب خدا کے مخالف ہیں بلکہ کتاب خدا کو جھٹلا رہی ہیں، لہٰذا ایسی روایتوں کو رد کرنا، انھیں جعلی قرار دینا یا ان کی تاویل کرنا ضروری ہے۔

ممکن ہے کوئی کہے کہ قرآن میں اتنی تحریف وحذف کا امکان تو ہے جس سے معنی میں کوئی خلل نہ واقع ہو اور نہ عقائد واحکام متاثر ہوں (اگرچہ اس اعتراض کا جواب روایتوں کی دلالت پر غور کر کے بعد دنیا ممکن ہے) لیکن منحرفین ومنافقین کے لئے قرآن وآیات میں اس قسم کی تحریف کا کوئی داعی نہیں ہے۔ اس کے برعکس علماء ومسلمین کے لئے حفظ قرآن کے دواعی بہت ہیں، یہاں تک کہ ایک "واوٗ" کی حفاظت کے لئے سعی وکوشش کا بھی تذکرہ ملتا ہے جیسا کہ آگے بیان کیا جائیگا۔

روایتوں سے، مذکورہ استدلال پر، ایک اعتراض یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس کتاب کا تذکرہ

[1] تفسیر صافی جلد ۱ ص۵۱

روایت میں آیا ہے ممکن ہے وہ کتاب ہمارے پاس موجودہ قرآن کے علاوہ ہو، ممکن ہے وہ قرآن ہو جو عہد پیغمبرؐ یا ائمہ میں تھا۔ لہٰذا ان روایتوں سے استدلال درست نہیں ہے۔

۱۔ لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے اس لئے کہ حفاظت قرآن کی حدیثیں ائمہؑ سے مروی ہیں اور آپ کے مخاطب وہی شیعہ تھے جن کے پاس یہی قرآن تھا جو آج موجود ہے۔ لہٰذا ائمہ کا یہ کہنا کہ "تم حدیث کو قرآن پر پرکھو" یہ اس وقت تک درست ہی نہ ہوگا جب تک قرآن شیعوں کے پاس موجود نہ ہو۔

۲۔ جس کتاب پر حدیثوں کو پیش کرنے کا حکم دیا گیا ہے وہ اس موجودہ کتاب کے علاوہ دوسری کتاب ہو بھی نہیں سکتی ورنہ تکلیف "مالایطاق" لازم آئے گی۔[۱]

۳۔ اگر کتاب سے مراد وہ کتاب ہو جو پائی ہی نہیں جاتی تو پھر موجودہ کتاب پر حدیثوں کو پرکھ کر صحیح اور غلط حدیثوں کی معرفت کیسے ہو سکتی ہے بلکہ یہ تو ایک لغویات ہوگی۔ اور ہمارے ائمہ ایسی تہمتوں سے بری اور معصوم ہیں۔

شیعوں کے درمیان "حدیثوں کو قرآن پر پیش کرنے والی" حدیث کی مقبولیت سے پتہ چلتا ہے کہ ان کے اعتقاد میں پیغمبرؐ کے بعد یہ موجودہ قرآن آج تک محفوظ اور غیر محرف ہے۔ نیز ان مخالف قرآن روایتوں کو ٹھکرا دینے کے سلسلہ میں اس حدیث پر شیعوں کا عمل اس عقیدہ کی مزید تاکید ہے۔ ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ شیعوں کا عدم تحریف قرآن پر عقیدہ بہت مضبوط عقیدہ ہے۔ آپ یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ شیعوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ قرآن کی آیت "خبر واحد" سے منسوخ نہیں ہو سکتی اس اجماع سے پتہ چلتا ہے کہ شیعہ قرآن کے سلسلہ میں کتنا اہتمام کرتے ہیں اور قرآن کے محفوظ ہونے کا عقیدہ ان کے نزدیک کتنا مستحکم عقیدہ ہے۔ شیعہ قرآن پر بلا شک وشبہ عمل کرنے کو واجب جانتے ہیں۔

ب۔ جو حدیثیں قرآن کے غیر محرف ہونے پر دلالت کرتی ہیں ان میں سے ایک حدیث، حدیث

---

[۱] یہ بات شیخ علی بن عبد العالی نے اپنے اس رسالہ میں تحریر کی ہے جو انہوں نے قرآن میں کمی کی نفی کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔ شیخ بغدادی نے اس کو شرح وافیہ میں نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو ردفصل الخطاب نسخۂ قلمی ص۲۱۔ اس کا قلمی نسخہ جناب استادی مدظلہ کے پاس موجود ہے۔

"حدیث ثقلین" بھی ہے جسے مسلمانوں نے بطور تواتر نقل کیا ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا:

انی تارك فیکم الثقلین کتاب اللہ وفیہ الھدیٰ والنور فتمسکو بکتاب اللہ وخذوا بہ واھل بیتی، اذکرکم اللہ فی اھل بیتی ثلاث مرات۔[1]

"میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا ہے اس میں ہدایت اور نور ہے تم کتاب خدا سے تمسک کرو اور اس سے ہدایت حاصل کرو (یہاں پیغمبرؐ نے قرآن سے تمسک کی دعوت دی ہے اور دوسری چیز جسے میں نے چھوڑا ہے وہ میرے اہل بیتؑ ہیں۔ میں اپنے اہل بیت کے سلسلہ میں تمہیں خدا کی یاد دلاتا ہوں (یہ فقرہ آپؐ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا)

تمسک کے معنی، ہدایت و نور حاصل کرنا ہے جیسا کہ روایت میں بھی وارد ہوا ہے امیرالمومنین حضرت علی ابن ابیطالب علیہ السلام فرماتے ہیں۔

"..... وعلیك بکتاب اللہ فانہ الحبل المتین والنور المبین والشفاء النافع والری الناقع والعصمۃ للمتمسك والنجاۃ للمتعلق، لا یعوج فیقام ولا یزیغ فیستعتب ولا یخلقہ کثرۃ الرد ولوج السمع من قال بہ صدق ومن عمل بہ سبق"

تم کو کتاب خدا پر عمل کرنا چاہئے اس لئے کہ کتاب خدا ایک مضبوط ریسمان، واضح نور، نفع بخش شفا، پیاس بجھانے والی سیرابی، تمسک کرنے والے کے لئے سامان حفاظت اور وابستہ رہنے والے کے لئے نجات ہے اس میں کجی نہیں پیدا ہوتی کہ اس کو سیدھا کیا جائے نہ حق سے الگ ہوتی ہے کہ اس کا رخ موڑا جائے۔ کثرت سے دہرایا جانا اور کانوں میں بار بار پڑنا اسے پرانا نہیں کرتا جو اس کے مطابق کہے وہ سچا ہے اور جو اس پر عمل کرے

[1] سنن دارمی: ج ۲ ص ۴۳۲،۴۳۱ اس سے بہت زیادہ مصادر علامہ امینی کی کتاب "الغدیر" باب حدیث ثقلین میں موجود ہیں۔

وہ سنت سے بچانیوالا ہے۔

نیز آپ نے فرمایا :-

واعلموا ان هٰذا القرآن هو الناصح الذی لا یغش، و الهادی الذی لا یضل، والمحدث الذی لا یکذب وما جالس هٰذا القرآن احدٌ الا قام عنه بزیادة او نقصان، زیادة فی الهدیٰ او نقصان فی العمیٰ، واعلموا انه لیس علیٰ احد بعد القرآن من فاقة، ولا لاحد قبل القرآن من غنیٰ، فاستشفوه من أدوائکم واستعینوا علیٰ لاوائکم فانه فیه شفاء من اکبر الداء وهو الکفر والنفاق و الغی والضلال."

یاد رکھو! کہ یہ قرآن ایسا نصیحت کرنیوالا ہے جو دھوکہ نہیں دیتا اور ایسا ہدایت کرنیوالا ہے جو گمراہ نہیں کرتا اور ایسا بیان کرنے والا ہے جو جھوٹ نہیں بولتا، جو بھی اس قرآن کا ہمنشیں ہوا وہ ہدایت کو بڑھا کر اور گمراہی و ضلالت کو گھٹا کر اٹھا، جان لو کہ کسی کو قرآنی تعلیمات کے بعد کسی اور لائحہ عمل کی احتیاج نہیں رہتی اور نہ کوئی قرآن سے (کچھ سیکھنے سے) پہلے بے نیاز ہو سکتا ہے، اس سے اپنی بیماریوں کی شفا چاہو اور اس سے مدد مانگو اس میں کفر و نفاق اور ہلاکت و گمراہی جیسی بڑی بڑی بیماریوں سے شفا موجود ہے۔

آپ نے قرآن مجید کے بارے میں فرمایا؛

ان القرآن ظاهره انیق وباطنه عمیق لا تفنیٰ عجائبه ولا تنقضی غرائبه ولا تکشف الظلمات الا به۔[1]

قرآن کا ظاہر خوشنما اور باطن عمیق ہے نہ اس کے عجائبات فنا ہونے والے ہیں اور نہ اس کی لطافتیں ختم ہونے والی ہیں۔ ظلمتوں کا پردہ اسی سے چاک ہوتا ہے۔

---

[1] ربیع الابرار جلد ۲ صفحہ ۸۰

آپ نے یہ بھی فرمایا کہ :

" القرآن فیہ خبر من قبلکم و نبأ من بعدکم و حکم فیکم "[1]

قرآن میں تم سے پہلے کی اور تمہارے بعد کی خبر ہے اور تمہارے بارے میں حکم موجود ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام اس بات کی تصریح فرما رہے ہیں کہ اس قرآن سے تمسک کرنے والے نیز اس عمل کرنے والے کی صراط مستقیم کی طرف ہدایت ہوتی ہے جیسا کہ پیغمبر کا ارشاد ہے :-

ما ان تضلوا بعدہ ان اعتصمتم بہ کتاب اللہ[2]

جب تک تم کتاب خدا سے تمسک رکھو گے گمراہ نہ ہو گے۔

زمانہ پیغمبرؐ میں جمع قرآن اور عدم تحریف

عہد نبوی میں جمع قرآن کی دلیلیں

ہمیں یقین ہے کہ پورا قرآن عہد پیغمبر میں جمع ہو چکا تھا اور پیغمبر کے حکم سے بعض چیزوں پر لکھا جا چکا تھا۔ لہٰذا بعد پیغمبرؐ قرآن کے جمع کئے جانے والے قول کو قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ بعد پیغمبرؐ قرآن کے جمع ہونے سے مراد یہ ہو کہ عہد نبی میں جو قرآن جمع ہو چکا تھا اسی کی نقلیں تیار کی گئی ہوں۔

ہم چند دلیلیں آپ کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔

الف۔ علماء اہل سنت نے اپنی کتابوں میں ایسی روایتیں نقل کی ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بعض صحابہ نے عہد پیغمبرؐ میں قرآن کو جمع کر لیا تھا۔ اس سلسلہ میں ہم یہاں چند روایتیں پیش کر رہے ہیں :

- عن قتادۃ قال سألت انس بن مالک من جمع القرآن علی

---

[1] روضۃ الاخبار جلد ۱ ص۴

[2] مصنف ابن شیبہ جلد ۱۰ ص۵۰۵، اور اسی کے حاشیہ پر سنن ابن ماجہ ص۲۲۸ سے منقول ہے۔

عهد النبیؐ. قال: اربعة كلهم من الانصار ابی ابن كعب ومعاذ بن جبل وزيد بن ثابت وابو زيد ونحن ورثناه[1]

"قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم نے انس ابن مالک سے پوچھا کہ عہد پیغمبرؐ میں کس نے قرآن جمع کیا؟ تو انہوں نے کہا کہ "چار آدمیوں نے" ابی ابن کعب، معاذ ابن جبل، زید ابن ثابت اور ابو زید یہ سب کے سب انصار میں سے تھے۔"

اگر جمع قرآن سے مراد حفظِ قرآن ہو تو چار کی تعداد میں منحصر کرنا غلط ہوگا کیونکہ اسی عصر میں ان چار کے علاوہ دیگر مسلمانوں نے بھی پورا قرآن حفظ کر لیا تھا۔

- "عن زيد بن ثابت قال: كنا عند رسول الله نؤلف القرآن من الرقاع[2]"

زید ابن ثابت نے کہا کہ ہم پیغمبرؐ کے پاس قرآن کو کاغذ کے ٹکڑوں سے جمع کرتے تھے۔

- "اخرج ابن ابی داؤد بسند حسن عن محمد ابن كعب القرظی قال: جمع القرآن على عهد رسول الله خمسة من الانصار معاذ بن جبل، وعبادة بن ثابت وابی ابن كعب وابو الدرداء و ابو ايوب الانصاری[3]"

"ابن ابی داؤد نے سند حسن سے محمد ابن کعب قرظی سے روایت نقل کی ہے انہوں نے کہا کہ عہد پیغمبرؐ میں انصار میں سے پانچ آدمیوں نے قرآن جمع کیا اور وہ تھے معاذ ابن جبل، عبادہ بن ثابت، ابی ابن کعب، ابو درداء اور ابو ایوب انصاری۔"

- واخرج البيهقی وابن ابی داود عن الشعبی قال: جمع القرآن

[1] صحیح بخاری جلد ۶ ص۲۳۰ وطبقات کبریٰ جلد ۲ ص۳۵۵، ط۳۵٦ میں ہے کہ وہ پانچ تھے۔ بحوث حول علوم القرآن ص۲۱۵ والبرہان فی علوم القرآن جلد ۱ ص۲۴۱ وتفسیر ابن کثیر جلد ۱ حصہ فضائل قرآن ص۲۸

[2] المستدرک للحاکم ، البرہان جلد ص۲۳۷ و اتقان جلد ۱، المصنف ابن ابی شیبہ ج ۱۲ ص۱۹۱

[3] الاتقان جلد ۱ ص۷۳

فی عهد النبیؐ ستة، ابیؓ و زید و معاذ و ابوالدرداء و سعید بن عبید و ابوزید[1]"

"..... شعبی کا بیان ہے کہ پیغمبر کے زمانہ میں چھ آدمیوں نے قرآن جمع کیا جن کے نام ہیں ابیؓ، زیدؓ[2]، معاذؓ[3]، ابودرداءؓ[4]، سعید ابن عبیدؓ[5] اور ابوزیدؓ[6] ــــ یہ روایت شعبی سے مشہور ہے لیکن بعض راویوں نے شعبی کی عبارت کو بدل دیا ہے اور وہ اس طرح بیان کرتے ہیں،

"بانّ قراء القرآن فی عهد النبی کانوا ستة[2]"

پیغمبر کے زمانہ میں "قاریان قرآن" چھ تھے لیکن یہ بہت واضح سی بات ہے کہ پیغمبر کے زمانہ میں تو بہت سے "قاری" تھے جن میں سے ظاہراً ان چھ افراد کا ذکر ہے جنھوں نے قرآن جمع کیا تھا۔

عہد پیغمبرؐ میں قرآن کے جمع ہونے پر وہ روایتیں بھی دلالت کرتی ہیں جن میں بیان کیا گیا ہے کہ علیؑ نے تین دن میں قرآن جمع کیا۔ (ہم اس کے حوالے بعد میں بیان کریں گے) اس کا مطلب یہ ہے رسولؐ کے زمانہ میں سارا قرآن لکھا جا چکا تھا آپؑ نے اس کو تین دن میں ایک مصحف میں جمع کرلیا۔ ورنہ یہ کہنا ممکن نہیں ہے کہ آپؑ نے تین دن میں قرآن کو لکھ ڈالا یا حفظ کرلیا جیسا کہ بعض افراد نے کہا ہے[3]۔

- "عن علی بن ابراهیم"..... ان النبیؐ امر بجمع القرآن الذی کان فی صحف وحریر و قرطاس فی بیته لا یضیع کما ضیع التوراة والانجیل[4]۔"

"علی ابن ابراہیم سے روایت ہے کہ پیغمبرؐ نے اس قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا جو صحف، ریشم اور کاغذ پر ان کے گھر میں موجود تھا" تاکہ قرآن بھی انجیل و توریت کی طرح ضائع نہ ہو جائے۔

- عن ابن الندیم قال: ان الجماع للقرآن علی عهد النبیؐ: علی ابن ابی طالب و سعد بن عبید و ابودرداء، وعویمر بن زید

---

[1] طبقات کبری جلد ۲ ص۳۵۵، ۳۵۶، اتقان جلد ا ص۴۲، بحوث حول علوم القرآن ص۲۱۴، نورالقبس ص۲۴۵ و ص۱۰۵ البرهان جلد ا ص۲۴۱ [2] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ ص۵۰۰

[3] تاریخ القرآن عبدالصبور شاہین ص۷۱ [4] المصاحف سجستانی ص۱۰، عمدة القاری جلد ۲ ص۱۶

ومعاذ ابن جبل، وابو زید، وابی بن کعب وعبید ابن معاویہ وزید ابن ثابت[1]۔"

"ابن ندیم نے کہا ہے کہ زمانہ ختمی مرتبت میں قرآن کو جمع کرنے والے علی ابن ابی طالب، سعد بن عبید، ابو درداء، عویمر بن زید، معاذ بن جبل، ابو زید، ابی بن کعب، عبید بن معاویہ اور زید ابن ثابت ہیں۔"

- عن ابن سعد عن الکوفیین فی ترجمة مجمع بن حارثة انه جمع القرآن علیٰ عهد النبی الا سورة او سورتین - وقال ابن اسحاق: کان مجمع غلاماً حدثاً قد جمع القرآن علیٰ عهد رسول الله[2]۔

ابن سعد نے کوفیین سے مجمع ابن حارثہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ مجمع نے ایک دو سورہ کے علاوہ پورا قرآن زمانہ پیغمبر میں جمع کیا تھا ۔۔۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجمع ایک نوجوان تھے جنہوں نے قرآن کو زمانہ پیغمبر میں جمع کیا۔

- "عن ابن حیان: ان اُبیّ جمع القرآن علیٰ عهد رسول الله و امر الله صفیه صلوات الله علیه ان یقرأ علیٰ اُبیّ القرآن[3]۔"

"ابن حیان سے مروی ہے کہ ابی نے عہد پیغمبر میں قرآن کو جمع کیا۔ خدا نے اپنے برگزیدہ پیغمبر کو حکم دیا کہ وہ ابی کے سامنے قرآن پڑھیں۔"

جامعین قرآن کے چار اور چھ میں منحصر ہونے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ایک مصحف میں قرآن کو جمع کیا تھا ورنہ قرآن کے قاری اور حفاظ تو بہت سے تھے بہر حال اس سے یہ ثابت ہوا کہ قرآن عہد رسالت میں جمع ہو گیا تھا جیسا کہ زرکشی نے ان سات افراد کے نام کی تصریح کی ہے جنہوں نے پورا قرآن پیغمبر کے سامنے پیش کیا[4]۔

---

[1] الفہرست ص۳۰

[2] التراتیب الاداریہ: ج ۱ ص۴۶ - طبقات جلد ۱ ص۳۷

[3] کتاب مشاہیر علماء الامصار ص۱۲

[4] البرھان فی علوم القرآن۔

ب. اس جگہ ہم بعض علماء کے اقوال کو پیش کریں گے جس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن نبی اکرم کے زمانہ میں جمع ہو گیا تھا۔

- "قال الحارث المحاسبی: کتابۃ القرآن لیست بمحدثۃ فانہ صلی اللہ علیہ (وآلہ) وسلم کان یامر بکتابتہ ولکنہ کان مفرقاً فی الرقاع والاکتاف والعسب، فأمر الصدیق بنسخہ من مکان الی مکان مجتمعاً، وکان ذالک بمنزلۃ اوراق وجدت فی بیت رسول اللہ (ص) فیہا القرآن منتشر أ فجمعہا جامع وربطہا بخیط لا یضیع منہا شیٔ[1]"

"حارث محاسبی کہتے ہیں کہ کتابت قرآن کوئی نئی چیز نہیں ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتابت قرآن کا حکم دیتے تھے۔ لیکن (اس وقت) قرآن، کاغذ کے ٹکڑوں) ہڈیوں اور درختوں کی چھالوں پر الگ الگ بکھرا ہوا تھا۔ ابوبکر نے ان کو ایک جگہ لکھنے کا حکم دیا۔ یہ قرآن متعدد اوراق کی طرح تھا جو پیغمبر کے گھر میں منتشر پایا گیا اس کو ایک جگہ جمع کرنے والے نے جمع کر کے تاگے سے باندھ دیا تاکہ ضائع نہ ہونے پائے۔"

- وقال ابو شامۃ: وکان غرضہم (ابی بکر وغیرہ) ان لا یکتب الا من عین ما کتب بین یدی النبی[2]

ابو شامہ کہتے ہیں کہ ابوبکر وغیرہ کی غرض یہ تھی کہ بعینہ وہی لکھا جائے جو پیغمبر کے سامنے لکھا گیا تھا

- قال الزرقانی ..... وکان رسول اللہ یدلہم علی موضع المکتوب من سورتہ فیکتبونہ فیما یسہل علیہم من العسب واللخاف والرقاع وقطع الأدیم وعظام الاکتاف والاضلاع ثم یوضع المکتوب فی بیت رسول اللہ وہکذا انقضی العہد النبوی والقرآن مجموع علی ہذا النمط[3]

[1] الاتقان جلد ۱ ص ۵۸ از کتاب فہم السنن [2] اتقان جلد ۱ ص ۵۹
[3] مناہل العرفان جلد ۱ ص ۲۴۰

زرقانی کا بیان ہے کہ پیغمبر بتاتے جاتے تھے کہ (اس آیت کو) کس سورہ میں لکھا جائیگا اور لوگ اس کو درختوں کی چھال، پتھر، کاغذ، چمڑے کے ٹکڑوں اور ہڈیوں میں سے جس چیز پر ان کے لئے لکھنا آسان تھا لکھ لیتے تھے۔ اور پھر اس مکتوب کو پیغمبر کے گھر میں رکھ دیتے تھے اس طرح عہد پیغمبر گذر گیا اور یوں قرآن جمع ہوا۔[1]

- وقال الدکتور عبدالصبور شاهين: ان القرآن ثبت تسجيلاً ومشافهة في عهد رسول الله[2]

ڈاکٹر عبدالصبور شاہین کہتے ہیں: قرآن مجید عصر رسول خدا میں تحریری وزبانی دونوں طریقوں سے محفوظ ہو چکا تھا۔

- "وقال الشيخ محمد الغزالي "فلما انتقل الرسول الى الرفيق الاعلى كان القرآن كله محفوظا في الصدور وكان كذالك مثبتاً في السطور[3]"

شیخ محمد غزالی کا بیان ہے کہ جب پیغمبر نے اس دنیا سے کوچ کیا تو پورا قرآن لوگوں کے دلوں میں محفوظ تھا اور اسی طرح پورا قرآن لکھا ہوا تھا۔

- "قال الزركشي: اما ابي ابن كعب وعبدالله بن مسعود ومعاذ بن جبل فبغير شك جمعوا القرآن والدلائل عليها متظافرة[3]"

زرکشی کا بیان ہے کہ اسمیں تو کوئی شک ہی نہیں کہ ابی ابن کعب، عبداللہ ابن مسعود اور معاذ ابن جبل نے قرآن کو جمع کیا اور اس کی دلیلیں بہت زیادہ ہیں۔

- وقال الدكتور صبحي صالح " اتخذ النبي كتاباً للوحي يامرهم بكتابة كل ما ينزل من القرآن حتى تظاهر الكتابة جمع

---

[1] تاریخ القرآن ص۵۷

[2] نظرات فی القرآن ص۳۵

[3] البرهان فی علوم القرآن

القرآن فی الصدور[1]"

ڈاکٹر صبحی صالح کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ نے کاتبین وحی مقرر کر دیئے تھے، قرآن جیسے جیسے نازل ہوتا جاتا پیغمبرؐ ان کاتبوں کو اسے قلمبند کئے جانے کا حکم دیتے۔

- ایک جگہ آپ یہ بھی فرماتے ہیں کہ " فالقرآن کلہ کتب فی عھد رسول اللہؐ[2] پورا قرآن پیغمبر کے زمانہ میں لکھا جا چکا تھا۔
- سید محمد باقر حجتی جو علوم قرآن کے سلسلہ میں بڑے پایہ کے عالم ہیں فرماتے ہیں: "قرآن کے سلسلہ میں میرا حاصل مطالعہ یہ ہے کہ پورا قرآن عہد پیغمبر میں لکھا جا چکا تھا لیکن یہ تحریر الگ الگ ٹکڑوں میں بکھری ہوئی تھی جس کو ایک مصحف کی شکل میں جمع کرنا ممکن نہ تھا۔[3]
- باقلانی تحریر فرماتے ہیں: "وما علی جدید الارض اجھل ممن یظن بالنبی[4] انہ اھمل القرآن اوضیعہ مع ان لہ کتابا افاضل معروفین بالانتصاب لذالک من المھاجرین والانصار۔

روئے زمین پر اس سے بڑا کوئی جاہل نہیں جو پیغمبرؐ کے بارے میں یہ سوچتا ہو کہ انہوں نے قرآن کو چھوڑ دیا یا ضایع کر دیا درآں حالیکہ مہاجرین و انصار میں سے کچھ با استعداد و صاحب علم اصحاب کتاب قرآن کے لیے معین تھے۔

ہم بھی وہی کہتے ہیں جو باقلانی نے کہا ہے کہ اس سے بڑا روئے زمین پر کوئی جاہل نہیں ہوگا جو یہ کہے کہ پیغمبر نے جمع قرآن کا کوئی اہتمام نہیں کیا تھا درآں حالیکہ راویوں نے ان چالیس اصحاب کے نام بیان کئے ہیں جنھوں نے قرآن کو لکھا اور ان میں سے بعض افراد کو پیغمبر نے اسی کام کیلئے معین فرمایا تھا۔[5]

---

[1] مباحث فی علوم القرآن ص۶۹ [2] مباحث فی علوم القرآن ص۴۶

[3] پژوہشی درباره قرآن و تاریخ آن ص۳۰۸ ط تهران۔ [4] الانتصار ص۹۹

[5] تاریخ القرآن ڈاکٹر رامیار ص۹۶ مکاتیب الرسول جلد ا، صبح الاعشی جلد ص۹۲ تاریخ القرآن ڈاکٹر شاہین ص۵۷۔

وحی کو لکھنے کے سلسلہ میں پیغمبر کا حکم۔ علم کو قلمبند کرنے کا فرمان : "قیدوا العلم بالکتابۃ"[1] عبداللہ ابن عمرو ابن عاص[2] اور ایک دوسرے شخص[3] سے علوم کو تحریری شکل میں محفوظ کرنے کی تاکید کے بعد کیا یہ ممکن ہے کہ پیغمبرؐ نے پورے قرآن کی کتابت کو ترک کر دیا ہو اور قرآن کو جمع نہ فرمایا ہو؟

قرآن کے ضایع ہو جانے کے امکان اور قرآن کی اس بات پر تاکید کہ دیکھو یہود و نصاریٰ نے کتاب الٰہی میں تحریف کر دی ہے : "فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم"[4] کے بعد بھی کیا یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ پیغمبرؐ نے کتابت قرآن کو ترک کر دیا ہو جو زید ابن ثابت کو قرآن جمع کرنے میں لوگوں کی یادداشت کا سہارا لینے کی پریشانی مول لینی پڑی۔

اس کے علاوہ مندرجہ ذیل روایتیں ملاحظہ فرمائیں اور پھر فیصلہ کریں :

"ان الوحی اذا انزل علی النبی امر احد الکتاب کزید او غیرہ ان یکتب ذالک الوحی[5]۔"

جب پیغمبر پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ کاتبان وحی جیسے زید وغیرہ میں سے کسی کو حکم دیتے تھے کہ وہ اسے لکھ لیں۔

یا عثمان بن ابی العاص سے منقول یہ روایت کہ وہ کہتے ہیں :

"کنت جالساً عند رسول اللہ اذ شخص ببصرہ ثم صوّبہ ثم قال : اتانی جبرئیل فامرنی أن اضع ھٰذہ الآیۃ ھٰذا الموضع من ھٰذہ السورۃ[6]"

میں رسولؐ خدا کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ آپ پر آثار نزول وحی ظاہر ہوئے اس کے بعد حضرت نے فرمایا ابھی جبرئیل میرے پاس آئے تھے انہوں نے کہا کہ اس آیت کو اس سورہ میں اس جگہ پر رکھوں۔

---

[1] التراتیب الاداریہ ج ۲ ص ۲۲۴، ص ۲۴۷، ص ۲۴۸ ، اخبار اصفہان جلد ۲ ص ۲۸

[2] ،، ،، ،، ص ۲۴۸ [3] تقیید العلم ص ۳۳ [4] بقرہ/۷۹

[5] ۔ دلائل النبوۃ بیہقی ۱۴۱ ۲ [6] الاتقان جلد ۱ ص ۱۰۴ ، بخاری کتاب التفسیر باب ۱۸ ، کتاب الاحکام باب ۱۷، مسند احمد ج ۴ ص ۱۲۰ و جلد ۴ ص ۳۸۱

ابن عباس فرماتے ہیں :

" كان رسول الله اذا نزلت عليه سورة دعا بعض من كتب فقال ضعوا هذه السورة فى الموضع الذى يذكر فيه كذ اوكذا[1] "

جب پیغمبر اکرم پر کوئی سورہ نازل ہوتا تھا تو آپ کاتبانِ وحی میں سے کسی کو بلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سورہ کو اس جگہ لکھو جہاں ایسا ایسا لکھا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی روایت ہے :

عرض القرآن من قبل النبى على جبرئيل سيما فى العالم الاخير الذى عرض على جبرئيل مرتين[2]

پیغمبر نے جبرئیل کے سامنے قرآن کو پیش کیا خاص کر نبوت کے آخری سال آپ نے دوبار جبرئیل کے سامنے پیش فرمایا۔

ان روایتوں کی موجودگی میں کیا یہ فرض کرنا ممکن ہے کہ پیغمبر نے جمع قرآن کو ترک کردیا ہو؟ کیا ایسا کہنا پیغمبر کی مذمت اور حفظ قرآن کے سلسلہ میں عدم اہتمام کا الزام لگانا نہیں ہے؟

یہ ثابت ہوجانے کے بعد کہ پورا قرآن عہد رسالت میں جمع ہوگیا تھا۔ اور ابوبکر وغیرہ کے قرآن کو جمع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے پیغمبر کے زمانہ میں لکھے ہوئے قرآن کی نقلیں تیار کی تھیں ان سارے اعتراضات کی دیواریں منہدم ہوجاتی ہیں جن میں تحریف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس لئے کہ اعتراض کرنے والے جمع قرآن کے بعد تواتر قرآن کے قائل ہیں لہٰذا جب قرآن کا عہد رسالتمآب میں جمع ہونا ثابت ہوگیا تو اس کا تواتر بھی حیات پیغمبر ہی سے ثابت ہوگا اور اس تواتر کے ثابت ہونے کے بعد تحریف کا تصور عقل میں آنے والی بات نہیں۔

تاریخ کی گواہی

"تاریخ میں ایسے شواہد پائے جاتے ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ میں سے کسی نے عمداً

[1] مناہل القرآن جلد ۱ صفحہ ۲۴۰

[2] ارشاد الساری جلد ۷ صفحہ ۴۴۹، تفسیر ابن کثیر حصہ فضائل القرآن جلد ۷ صفحہ ۲۶

قرآن میں تحریف نہیں کی۔

چنانچہ حضرت عمر کا قول ہے: [1]

لولا ان یقول الناس ان عمر زاد فی کتاب اللہ لکتبت آیۃ الرجم بیدی

اگر لوگوں کے یہ کہنے کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب خدا میں اضافہ کردیا ہے، تو میں آیہ رجم کو اپنے ہاتھوں سے لکھ دیتا۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ خلیفہ ثانی عوام کے خوف سے واقعہ رجم کو قرآن میں اضافہ کرنے کی جرئت نہ کرسکے پھر کیونکر ممکن ہے کہ کسی نے قرآن کی آیتوں اور سوروں کو حذف کرنے کی جرائت کی ہو؟!!

حضرت عثمان نے "آیہ کنز" سے واؤ کو حذف کرنا چاہا لیکن صحابہ نے اعتراض کیا، ملاحظہ فرمائیں۔

عن علباء بن احمد ان عثمان بن عفان لما اراد ان یکتب المصاحف اراد ان یلقوا الوا و التی فی براءۃ "والذین یکنزون ..." فقال ابیّ لتلحقنّها او لاضعنّ سیفی علی عاتقی، فالحقوها۔[2]

علباء ابن احمد سے منقول ہے کہ عثمان نے جب مصحف کو لکھوا رہے تھے تو انہوں نے چاہا کہ "والذین یکنزون ..." سے واؤ کو حذف کردیں تو ابی نے کہا کہ آپ واؤ کو ملحق کریں یا میں اپنی تلوار سے اپنی گردن کاٹ لوں پس لوگوں نے واؤ کو ملحق کردیا۔

ایسا ہی واقعہ سورہ توبہ میں خلیفہ ثانی کے ساتھ بھی پیش آیا۔

اخرج ابو عبید وابن جریر وابن المنذر وابن مردویہ عن حبیب الشہید عن عمرو بن عامر الانصاری ان عمر بن خطاب قرا: "والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار (و) الذین اتبعوھم باحسان" فرفع الانصار ولم یلحق الواو بالذین، فقال لہ زید بن ثابت (والذین) فقال عمر (الذین) فقال زید، امیر المومنین اعلم!!!! فقال عمر رضی اللہ عنہ ائتونی بابیّ بن کعب فاتاہ فسالہ عن ذالک فقال ابیّ والذین ..."

---

[1] آیہ رجم کے حوالے بعد میں آئیں گے۔

[2] درمنثور جلد ۳ ص۲۳۳ المیزان جلد ۹ ص۲۵۶ دراسات وبحوث فی التاریخ الاسلامی جلد ۱ ص۹۴

ابوعبید، ابن جریر، ابن المنذر اور ابن مردویہ نے حبیب شہید سے اور انہوں نے عمرو ابن عامر انصاری سے نقل کیا ہے کہ عمر نے والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار (و) الذین اتبعوھم باحسان" پڑھا تو انصار نے والذین سے "واؤ" کو ہٹا دیا تو ان سے زید ابن ثابت نے کہا کہ "والذین" ہے۔ عمر نے کہا کہ الذین ہے تو زید نے کہا کہ آپ ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں!!! تو عمر نے کہا کہ ابیؓ ابن کعب کو بلاؤ جب ابی آئے اور ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ "والذین" ہے۔

ولخرج ابوالشیخ عن ابی اسامة ومحمد ابن ابراهیم التمیمی قالا: مر عمر بن الخطاب برجل وهو یقرأ والسابقون الاولون من المهاجرین والانصار والذین اتبعوهم باحسان، فوقف عمر فلما انصرف الرجل قال: من اقرأت هذه، قال أقرأنیها ابی ابن کعب قال: فانطلق الیه، فانطلقا الیه فقال یا ابا المنذر اخبرنی هذا انک اقرأته هذه الآیة قال: صدق تلقیتها من فی رسول الله (ص)، قال عمر: انت تلقیتها من فی رسول الله قال، فقال فی الثالثة وهو غضبان!!! نعم والله لقد انزلها الله علی جبرئیل ولم یستأمر فیها الخطاب ولا ابنه!! فخرج عمر رافعاً یدیه الله اکبر الله اکبر[1]

ابوشیخ نے ابواسامہ اور محمد ابن ابراہیم تیمی سے نقل کیا ہے ان دونوں حضرات نے فرمایا کہ "عمر ابن خطاب ایک شخص کے پاس سے گذرے تو وہ "والسابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان" پڑھ رہا تھا۔ عمر ٹھہر گئے جب وہ شخص پلٹا تو آپ نے پوچھا کہ تمہیں کس نے بتایا ہے، اس نے جواب دیا کہ مجھکو ابی ابن کعب نے پڑھایا ہے۔ عمر نے کہا کہ آؤ ابیؓ کے پاس چلیں، دونوں ابیؓ کے پاس آئے اور کہا اے ابومنذر کیا تم نے اس شخص کو یہ آیت پڑھائی ہے، ابیؓ نے کہا کہ آپ سچ مانیں میں نے اس کو پیغمبر کی زبان سے سنا ہے۔ عمر نے ابیؓ سے تین بار پوچھا تو ابی نے تیسری دفعہ غضبناک ہو کر کہا کہ ہاں، خدا کی قسم اللہ نے اس آیت کو جبرئیل پر نازل کیا لیکن خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں کیا!! تو عمر دو بار "اللہ اکبر اللہ اکبر" کہتے ہاتھوں کو بلند کرتے ہوئے چلے آئے۔

[1] درمنشور جلد ۳ ص۲۶۹ - اس سلسلہ میں مختلف اسناد سے بہت سی روایتیں موجود ہیں۔

تحریف قرآن اور شیعہ سنّی نقطۂ نظر

مسئلہ تحریف چھیڑنے کا مقصد ان بعض اخباریین کا جواب دینا ہے، جنھوں نے بعض ایسی حدیثوں کو بیان کیا ہے جن کے ظاہر سے تحریف کا پتہ چلتا ہے اور ان کا جواب دینا بھی مقصود ہے جنھوں نے تحریف کی نسبت شیعوں کی طرف دی ہے کیوں کہ کچھ افراد ایسے بھی ہیں جنھوں نے ان حدیثوں کے اسناد و متون پر غور کئے بغیر تحریف قرآن کو اختیار کیا ہے اسی وجہ سے اہل سنّت کی کتابوں میں شیعوں کی کتابوں سے کہیں زیادہ "قرآن میں کمی، رفع تلاوت اور حذف بسم اللہ وغیرہ کے موضوع پر مواد موجود ہیں۔

سند و دلالت کے اعتبار سے ان روایتوں کا جواب ہم بعد میں دیں گے جنھیں شیعہ سنی راویوں نے نقل کیا ہے، البتہ عدم تحریف کے سلسلہ میں، قرآن و سنّت کی روشنی میں ہمارے گذشتہ استدلال کے پیش نظر، ہم ان روایتوں کو ہرگز قبول نہیں کر سکتے۔

اہل سنّت اور روایات تحریف

اہل سنّت کی صحاح اور دوسری کتابوں میں بعض ایسی روایتیں ملتی ہیں جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں ہم ان روایتوں کو ان منحرفوں کے لئے نقل کر رہے ہیں جو تحریف کو شیعوں سے منسوب کرتے ہیں تاکہ وہ دیکھ لیں کہ ایسی روایتیں خود ان کی کتابوں میں بھی موجود ہیں، جن سے تحریف قرآن کا پتہ چلتا ہے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ منافقین نے جیسے شیعہ روایتوں میں آمیزش کر دی ہے،

ویسے ہی سنّی روایتوں میں بھی ملاوٹ سے کام لیا ہے بلکہ شیعوں سے زیادہ سنی کتابوں میں ایسی روایتوں پائی جاتی ہیں۔ استاد شیخ محمد محمد المدنی (الازہر یونیورسٹی کی شریعت فیکلٹی کے ڈین) فرماتے ہیں :-

"اب رہی یہ بات کہ معاذ اللہ شیعہ قرآن میں کمی کے قائل ہیں، تو ان روایتوں کی بنا پر ہے جو شیعوں کی کتابوں میں موجود ہیں جیسا کہ ہماری کتابوں میں بھی موجود ہیں لیکن شیعہ سنی دونوں محققین نے ان روایتوں کو رد اور ان کے بطلان کو واضح کیا ہے شیعہ امامیہ اور زیدیہ میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جو یہ عقیدہ رکھتا ہو، جیسا کہ اہل سنت میں بھی کوئی ایسا نہیں جس کا عقیدہ قرآن میں تحریف کا ہو . . . . ایک مصری مصنف نے ۱۹۴۸ء میں "الفرقان" نام کی کتاب لکھی ہے جس میں اس طرح کی بہت سی سقیم روایتوں کو اہل سنت کی کتابوں سے نقل کیا ہے . . . . جسے حکومت مصر نے ضبط بھی کیا . . . . . تو کیا اس بنا پر یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اہل سنت قرآن کے تقدس کے منکر ہیں ؟ یا ان روایتوں کی بنا پر جسے فلاں نے نقل کیا ہے یا فلاں کتاب جسے فلاں نے لکھا ہے اہل سنت نقص قرآن کے قائل ہو گئے ؟ یہی بات شیعوں کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے اس لئے جیسے ہماری (اہلسنت) کی بعض کتابوں میں ایسی روایتیں موجود ہیں یوں ہی شیعوں کی بھی بعض کتابوں میں ایسی روایتیں موجود ہیں"۔ [1]

اصحاب کے مصحفوں میں اختلاف

۱۔ حدثنا عبد اللہ حدثنا عبد اللہ بن سعید حدثنا یحیی بن ابراہیم بن سوید النخعی حدثنا ابان بن عمران قال : قلت لعبد الرحمن بن اسود انک تقرأ : صراط من انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم و غیر الضالین۔ [2]

---

[1] رسالۃ الاسلام ص ۳۸۲ و ۳۸۳ جلد ۱۱ شمارہ ۴۔ [2] المصاحف ص ۵۰

..... ابان ابن عمران کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمٰن ابن اسود سے کہا کہ آپ "صراط من انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم وغیر الضالین" پڑھتے ہیں عبداللہ نے بیان کیا کہ اسود اور علقمہ نے عمر کے پیچھے نماز پڑھی تو انہوں نے یوں ہی پڑھا ـــ اسی طرح علقمہ اور اسود کا بیان ہے کہ عمر "صراط من انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم وغیر الضالین" پڑھتے تھے۔[1]

مختلف راویوں سے پانچ مزید روایتیں ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عمر اسی طرح سے تلاوت کرتے تھے۔[2]

۲۔ سات طریقوں سے عمر سے نقل ہوا ہے کہ وہ "الم اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیّام"[3] پڑھتے تھے۔

۳۔ ابن زبیر "فی جنات یتساءلون یا فلان ما سلکک فی سقر" پڑھتے تھے۔ عمرو کہتے ہیں کہ مجھکو لقیط نے خبر دی کہ انہوں نے ابن زبیر سے سنا۔ ابن زبیر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمر کو اسی طرح پڑھتے سنا ہے۔[4]

۴۔ ...... سعید ابن جبیر سے "فما استمتعتم بہ منھن الی اجل مسمی" مروی ہے انھوں نے کہا کہ یہ ابی بن کعب کی قرائت ہے۔[5]

۵۔ ..... حماد نے کہا کہ میں نے ابی کے قرآن میں "للذین یقسموت" پڑھا ہے۔[6]

۶۔ ..... اسی طرح حماد سے روایت ہے، انھوں نے کہا میں نے ابی کے قرآن میں "فلا جناح علیھم الا یطوف بھما" دیکھا ہے۔[7]

ربیع نے کہا کہ قرائت ابی بن کعب میں آیت یوں تھی،

"فصیام ثلاثۃ متتابعات فی کفارۃ الیمین"[8]

---

[1] المصاحف ص۵۱ [2] المصاحف ص۵۱ [3] المصاحف ص۵۱ و ۵۲

[4] المصاحف ص۵۲ [5] المصاحف ص۵۳ اس سلسلہ میں مصادر بہت زیادہ ہیں ملاحظہ ہو الزواج الموقت سید جعفر مرتضیٰ [6] المصاحف [7] المصاحف [8] المصاحف ص۵۳-۵۴

۸۔ عن یسیر ابن عمرو سے مروی ہے کہ عبداللہ ابن مسعود نے " ان اللہ لا یظلم مثقال نملۃ " پڑھا ہے[1]

۹۔ ... نزال سے مروی ہے کہ ابن مسعود " وارکعی واسجدی فی الساجدین " پڑھتے تھے۔[2]

۱۰۔ عطا کہتے ہیں کہ ابن مسعود کی قرأت میں یہ آیت " فی مواسم الحج " تھی۔[3]

۱۱۔ حکم کا بیان ہے کہ ابن مسعود کی قرأت میں " بل یداہ بسطان " تھا۔[4]

۱۲۔ سفیان کہتے ہیں کہ " وتزودوا وخیر الزاد التقوی " ابن مسعود کی قرأت ہے۔[5]

۱۳۔ ہارون کا بیان ہے کہ ابن مسعود کی قرأت میں " من بقلها وقثائها وثومها وعدسها وبصلها " تھا۔ ان کا کہنا ہے کہ ابن عباس بھی اسی کو اختیار کرتے ہیں۔[6]

۱۴۔ میمون ابن مہران نے سورہ والعصر کو " والعصر ان الانسان لفی خسر وانہ فیہ الی آخر الدھر الا الذین آمنوا وعملوا الصالحات وتواصوا بالصبر " پڑھا اور فرمایا کہ یہ ابن مسعود کی قرأت ہے۔[7]

۱۵۔ سفیان کا کہنا ہے کہ اصحاب ابن مسعود " اولئک لهم نصیب ما اکتسبوا " پڑھتے تھے۔[8]

۱۶۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ ہے " ولکل جعلنا قبلۃ یرضونها "[9]

۱۷۔ ایک مقام پر " واقیموا الحج والعمرۃ للبیت " ہے۔[10]

۱۸۔ ایک جگہ " وحیث ماکنتم فولوا وجوهکم قبلہ " ہے۔

۱۹۔ " ولا تخافت بصوتك ولا تعال به " بھی ہے۔

۲۰۔ " کذالك اخذ ربك اذا اخذ القری " بغیر واؤ کے ہے۔[11]

۲۱۔ اسی طرح یہ آیت اس انداز میں ملتی ہے " وزلزلوا فزلزلوا لیقول حقیقۃ الرسول والذین امنوا "۔[12]

---

[1] المصاحف ص ۵۳ و ۵۴ [2] المصاحف ص ۵۴ [3] المصاحف ص ۵۴، ۵۵ [4] المصاحف
[5] المصاحف [6] المصاحف ص ۵۴ و ۵۵ [7] المصاحف [8] المصاحف [9] المصاحف
[10] المصاحف المصاحف [11] المصاحف ص ۵۶ [12] المصاحف ص ۵۷

اس کے بعد صفحہ ۷۵ سے ۷۳ تک مصنف "المصاحف" نے ابن مسعود کی قرأت کو دوسروں کے اختلاف کے ساتھ ترتیب وار ذکر کیا ہے جیسا کہ ابو داؤد نقل کرتے ہیں۔ جتنی جگہیں ہم نے اوپر بیان کی ہیں ان کے علاوہ ایک سو تیس مقامات سے بھی زیادہ کی نشاندہی مصنف "المصاحف" نے کی ہے اس کے بعد ابن عباس کے مصحف کے ان اختلافات کو پیش کیا ہے جو دوسروں سے مختلف ہیں ان میں سے ہم ذیل کی سطروں میں کچھ نمونے پیش کر رہے ہیں۔

۱۔ ابن عباس نے پڑھا "فلا جناح علیه ان لا یطّوّف بهما" اس کو سات طریقوں سے ذکر کیا ہے[۱]

۲۔ مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس نے "لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم فی مواسم الحج[۲]" پڑھا۔

۳۔ ابن عباس "انما ذالکم الشیطان یخوّفکم اولیاءه" پڑھتے تھے۔

۴۔ ابن عباس ہی سے "اولئك لهم نصیبٌ مما اکتسبوا" بھی ہے۔ ابویعلم کہتے ہیں کہ اس طرح اعمش[۳] نے پڑھا ہے۔

۵۔ ابن عباس "واقیموا الحج والعمرة للبیت" پڑھتے تھے۔

۶۔ ابن عباس "وشاورهم فی بعض الامر" پڑھتے تھے۔

۷۔ ابن عباس "وما ارسلنا من قبلك من رسول ولا نبی محدث" پڑھتے تھے۔

۸۔ ابن عباس "یاحسرة العباد" پڑھتے تھے۔

۹۔ ابن عباس "کانك حفی بها" پڑھتے تھے۔

۱۰۔ ابن عباس "وان عزموا السراح[۴]" پڑھتے تھے۔

اسی طرح مصنف نے اور بھی نو مقامات ذکر کئے ہیں۔

---

[۱] المصاحف ص۷۳ [۲] المصاحف ص۷۴

[۳] المصاحف ص۷۴ و ۷۵

[۴] یہ سب المصاحب ص۷۵ پر موجود ہے۔

مصحف ابن زبیر ۔

۱۔ ابن زبیرؓ "لاجناح علیکم ان تبتغوا فضلا من ربکم فی مواسم الحج" پڑھتے تھے۔[۱]

۲۔ عمرو سے روایت ہے کہ ابن زبیر کہتے تھے کہ: بچے سورہ ۲۱ آیت ۹۵ میں "حرم" پڑھتے تھے جبکہ لفظ "حرام" ہے ــــ سورہ ۶ آیت ۱۰۵ میں "دارست" پڑھتے تھے جبکہ "درست" ہے ــــ سورۂ ۸۸ آیت ۴ اور سورہ ۱۰۱ آیت ۱۱ میں "حمئة" پڑھتے تھے جبکہ "حامیة" ہے۔[۲]

۳۔ ابن زبیرؓ "فی جنات یتساءلون یافلان ما سلکک فی سقر" پڑھتے تھے۔[۳]

۴۔ ابن زبیرؓ "فیصبح الفساق علیٰ ما اسروا فی انفسھم نادمین" پڑھتے تھے۔[۴]

۵۔ وہ پڑھتے تھے "ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر... ویستعینون باللہ علیٰ ما اصابھم"[۵]

مصحف عبداللہ ابن عمرو بن عاص

...... ابوبکر ابن عیاش بیان کرتے ہیں کہ" ہمارے یہاں شعیب ابن شعیب ابن محمد ابن ابن عمرو ابن عاص آئے۔ گفتگو کے دوران انہوں نے فرمایا کہ اے ابوبکر میں مصحف عبداللہ ابن عمرو ابن عاص تم کو دکھاؤں ــــ پھر انہوں نے جو حروف دکھائے وہ ہمارے مصحف کے حروف سے مختلف تھے ۔ ابوبکر ابن عیاش بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے کھردرے کپڑے کا ایک کالا جھنڈا نکالا جس میں دو تکمہ اور کاج بنا ہوا تھا اور کہا کہ یہ پیغمبر کا جھنڈا ہے جو عمرو کے پاس تھا۔ اور ابوبکر کہتے ہیں کہ اس حدیث میں محمد ابن العلاء سے انہوں نے ابوبکر سے اضافہ کیا ہے ۔ انہوں نے

۱۔ المصاحف ص۸۲ ۔ ۲۔ المصاحف ص۸۳ ۔ ۳۔ المصاحف ص۸۲
۴۔ المصاحف ص۸۲ ۔ ۵۔ المصاحف ص۸۳

کہا کہ یہ ان کے جد کا مصحف ہے جس کو انہوں نے لکھا تھا اور وہ نہ عبداللہ کی قرأت میں سے اور نہ ہمارے اصحاب کی قرأت میں سے۔ ابوبکر ابن عیاش نے فرمایا کہ اصحاب پیغمبرؐ میں سے ایک قوم نے قرآن کو پڑھا وہ لوگ تو دنیا سے رخصت ہو گئے مگر ہم نے ان کی قرأت نہیں سنی۔[1]

مصحف عائشہ

۱۔ عروہ کا بیان ہے کہ مصحف عائشہ میں "حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ و صلاۃ العصر" تھا۔[2]

۲۔ ..... مجھ کو خبر دی ہے حمیدہ نے انہوں نے کہا کہ مجھ کو حمیدہ نے بتایا۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے عائشہ نے اپنے متاع کے بارے میں وصیت کی عائشہ کے مصحف میں " ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی والذین یصلون فی الصفوف الاول " موجود تھا۔ حمیدہ کہتی ہیں کہ عثمان کے قرآن میں تبدیلی کرنے سے پہلے تک یہ آیت موجود تھی۔[3]

مصحف حفصہ

سالم بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حفصہ نے ایک شخص کو قرآن لکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ جب (سورہ ۲ آیت ۲۳۸) پر پہنچنا تو "حافظوا علی الصلوات والصلاۃ الوسطیٰ وصلاۃ العصر" لکھ لینا۔[4] (یہ حدیث مختلف طرق سے مروی ہے۔)

مصحف ام سلمہ

عبداللہ ابن رافع غلام ام سلمہ کہتے ہیں کہ ام سلمہ نے مجھکو قرآن لکھنے کا حکم دیا اور کہا کہ جب اس آیت پر پہونچنا تو مجھ کو بتانا ..... پھر انہوں نے فرمایا کہ " حافظوا علی الصلوات والصلاۃ

---

[1] المصاحف ص۸۳ [2] المصاحف ص۸۳ [3] المصاحف ص۸۵، الاتقان جلد۲ ص۲۵ درمنثور، جلد۵ ص۲۲۰ [4] المصاحف ص۸۵-۸۷

الوسطیٰ وصلاۃ العصر" لکھو۔[1]

تابعین کے مصحفوں میں اختلاف

۱۔ میں نے عبید ابن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ سب سے پہلے جو قرآن کی آیت نازل ہوئی وہ "سبح اسم ربك الذی خلقك" تھی۔[2]

۲۔ عطا نے "یخوفکم اولیاءہ" پڑھا۔[3]

۳۔ عکرمہ "وعلی الذین یطوفونہ" پڑھتے تھے۔

۴۔ مجاہد "فلا جناح ان یطوف بہما" پڑھتے تھے۔

۵۔ سعید ابن جبیر "احل لکم الطیبات وطعام الذین اتوا الکتاب من قبلکم" پڑھتے تھے۔[4]

۶۔ سعید ابن جبیر "فاذا ھی تلقم ما یأفکون" پڑھتے تھے۔[5]

۷۔ علقمہ اور اسود "صراط من انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔" پڑھتے تھے۔[6]

۸۔ محمد ابن ابو موسیٰ سے "ولکن الذین کفروا یفترون علی اللہ الکذب واکثرھم لا یفقھون[7]" مروی ہے

۹۔ حطان ابن عبداللہ "وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ رسل" پر قسم کھاتے تھے۔[8]

۱۰۔ صالح ابن کیسان نے "وجائتھم البینات" اور "جاءتھم البینات" پڑھا اور کہا "یکاد" اور "تکاد السموات" ہے۔[9]

۱۱۔ اعمش نے "اللہ لا الٰہ الا ھو الحی القیام" پڑھا۔[10]

---

[1] المصاحف ص۸۷، ۸۸ [2] المصاحف ص۸۸ [3] المصاحف ص۸۸ [4] المصاحف ص۸۹ [5] المصاحف ص۹۰
[6] المصاحف ص۹۰ [7] المصاحف ص۹۰ [8] المصاحف ص۹۱ [9] المصاحف ص۹۱ [10] المصاحف ص۹۱

۱۲۔ "امشس" الغام وحروف حوح "پڑھتے تھے اور قرآن میں "حجر" ہے [1]

صحاح وغیرہ میں روایات تحریف

صحاح وغیرہ میں بہت سی روایتیں ایسی ملتی ہیں جو تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں۔ اگر ان روایتوں کو صحیح مان لیا جائے تو تحریف قرآن کا نظریہ اختیار کرنا پڑے گا۔ ہم اس مقام پر ان میں سے چند روایتیں پیش کر رہے ہیں:

۱۔ "..... ابراہیم ابن علقمہ کہتے ہیں کہ جب میں عبداللہ کے اصحاب کے پاس شام پہونچا اور ابودرداء کو خبر ہوئی تو وہ ہمارے پاس آئے اور کہا کیا تم میں کوئی قرآن پڑھنے والا ہے ؟ ہم نے کہا "ہاں" تو ابودرداء نے کہا "وہ کون ہے " تو لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا، ابودرداء نے کہا "پھر پڑھو"۔ میں نے پڑھا " واللیل اذا یغشی والنہار اذا تجلی والذکر والانثیٰ۔" ابودرداء نے کہا کیا تم نے پیغمبرؐ کے دہن مبارک سے اسے سنا ہے ؟ میں نے کہا "جی ہاں" تو ابودرداء نے کہا "میں نے بھی پیغمبرؐ کے دہن اقدس سے اس کو سنا ہے لیکن یہ لوگ میری بات کا انکار کرتے ہیں۔" [2]

۲۔ ..... انس ابن مالک نے بیان کیا کہ رعلا، ذکوان، عصیہ اور بنی کیان نے پیغمبرؐ سے (اپنے دشمنوں سے نجات پانے کے لئے) مدد طلب کی، پیغمبرؐ نے ان ستّر انصار کو مدد کے لئے بھیجا جن کو ہم قراء کہتے تھے، جو دن کو لکڑیاں جمع کرتے تھے اور رات کو نمازیں پڑھتے تھے جب وہ بئر معونہ پر تھے تو ان کے ساتھ ان لوگوں نے بے وفائی کی اور ان کو قتل کر دیا۔ پیغمبرؐ تک جب یہ بات پہونچی تو آپ نے ایک مہینہ تک صبح کی نماز میں قنوت میں رعلا، ذکوان، عصیہ اور بنی کیان پر بد دعا کی ــ انس فرماتے ہیں کہ ہم نے ان کے درمیان قرآن پڑھا تھا " بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی

---

[1] المصاحف ص۹۲

[2] بخاری: حاشیہ سندی جلد ۳ ص۱۳۹ اس کے علاوہ جلد ۶ ص۲۱۱، جلد ۵ ص۳۵ جامع الاصول جلد ۲ ص۷۹، مسند احمد ابن حنبل جلد ۶ ص۴۴۹ و ص۴۵۱ ۔ درمنثور جلد ۶ ص۳۵۸

عنا اس ضا نا " لیکن اب یہ آیت نہیں ہے[1]

۳۔ عمر کا بیان ہے کہ اگر مجھ کو لوگوں کے یہ کہنے کا خوف نہ ہوتا کہ عمر نے کتاب خدا میں اضافہ کر دیا ہے تو میں آیہ رجم کو اپنے ہاتھوں سے لکھ دیتا[2]۔

اس کا مطلب یہ کہ عمر قرآن میں کمی اور تحریف کے قائل تھے اس لئے کہ آیہ رجم موجودہ قرآن میں نہیں ہے اور عمر نے منسوخ التلاوت ہونے کی بات بھی نہیں کہی ہے اس لئے کہ وہ اس آیت کو لکھ دینا چاہتے تھے مگر لوگوں کے خوف کی بنا پر نہ لکھ سکے۔ اسی بنا پر سیوطی نے صاحب البرھان زرکشی سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ:

"اس کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ آیہ رجم کی کتابت جائز تھی لیکن لوگوں کی باتوں کا خوف مانع ہو گیا، جائز چیزوں کے لئے کبھی کبھی الگ سے مانع بھی آجاتا ہے۔ جب لکھنا درست تھا تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ وہ آیت ثابت ہے اس لئے کہ مکتوب کی یہی شان ہوتی ہے[3]"

۴۔ ابن مسعود سے منقول ہے کہ انہوں نے معوذتین کو اپنے مصحف سے حذف کر دیا اور فرمایا کہ یہ کتاب اللہ کا جزء نہیں ہے[4]

---

[1] (بخاری) حاشیہ سندی جلد ۳ ص۱۹۰، اتقان جلد ۲ ص۲۶ پر صحیحین سے مروی ہے مسند عوانہ جلد ۲ ص۳۱۱ و ص۳۱۳، الثقات (ابن حیان جلد ۱ ص۲۲۹ طبقات کبری جلد ۲ ص۵۴

[2] بخاری: باب الشہادۃ عند الحاکم فی ولایۃ القضاء۔ الاتقان جلد ۲ ص۲۵ ط۲۶ پر بہت سے طرق سے یہ روایت موجود ہے۔ اسی طرح درمنثور جلد ۵ ص۱۷۹ پر مالک بخاری مسلم اور ابن ضریس سے اور ص۱۸۰ پر نسائی، احمد، ابن عوف وغیرہ سے مروی ہے۔ (نیل الاوطار) کتاب الحدود آیہ رجم، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ ص۲۶۱، البرہان فی علوم القرآن جلد ۲ ص۲۵، مسند احمد ابن حنبل جلد ۱ ص۲۳، ص۲۹، ص۳۶ و ص۴۰، ص۴۳، ص۴۷، ص۵۰، ص۵۵ و جلد ۵ ص۱۳۲، ص۱۸۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۴ ص۵۶۴ جلد ۱۰ ص۷۶۔ مناھل العرفان جلد ۲ ص۱۱۱، اخبار اصفہان جلد ۱ ص۲۹۳، طبقات کبری جلد ۳ ص۲۲۴۔ (الفرقان) خطیب ص۳۶، حیات صحابہ جلد ۲ ص۱۲ جلد ۳ ص۴۲۹ (مصنف عبدالرزاق) جلد ص۳۱۵، جلد ۵ ص۴۴۱، حیاۃ صحابہ جلد ۱ ص۱۲۱، کشف الاستار جلد ۲ ص۲۹۷۔

[3] الاتقان جلد ۲ ص۲۶

[4] مجمع الزوائد جلد ۷ ص۱۴۹ و ص۱۵۰

۵۔ بخاری نے اپنی تاریخ میں حذیفہ سے روایت کی ہے۔ حذیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے پیغمبرؐ کے سامنے سورۂ احزاب کی تلاوت کی مگر اس میں سے ستر آیتیں بھول گیا اور اب ان کا کہیں پتہ نہیں چلتا[1]

ابوعبید نے کتاب فضائل میں اور ابن انباری و ابن مردویہ نے بھی عائشہ سے ایسی ہی باتیں نقل کی ہیں۔ آپ فرماتی ہیں:

سورۂ احزاب عہد پیغمبرؐ میں دوسو آیتوں پر مشتمل تھا لیکن جب عثمان نے مصحف کو لکھا تو ان کو اتنی ہی آیتیں ملیں جتنی آج موجود ہیں[2]

" زر بن جیش کہتے ہیں کہ ابیُّ بن کعب نے مجھ سے کہا کہ تم لوگ سورۂ احزاب کی کتنی آیتیں پڑھتے ہو تو میں نے کہا ۷۳ یا ۷۴ آیتیں۔ تو ابیؓ نے کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ سورۂ احزاب تو سورہ بقرہ کے برابر یا اس سے بڑا تھا، اس میں آیۂ رجم بھی تھی۔ زر بن جیش کہتے ہیں کہ میں نے ان سے پوچھا کہ آیۂ رجم کیا ہے تو آپ نے فرمایا: " اذا زنیا الشیخ والشیخة فارجموهما البتة نکالاً من الله والله عزیز حکیم " یہ آیۂ رجم ہے[3]

۔۔ احمد سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ اس کے رجال صحیح ہیں۔ اسی طرح سے کبیر الاوسط میں طبرانی سے بھی مروی ہے۔ ارشاد الساری جلد ۷ ص ۲۷۳۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ ص ۵۳۸، اتقان جلد ۱ ص ۶۵، درمنثور جلد ۲ ص ۲۱۶ شکل الآثار جلد ۱ ص ۳۳، روح المعانی جلد ۱ ص ۲۴، فتح الباری جلد ۸ ص ۵۷، المعتصر من المختصر جلد ۲ ص ۲۵۱، الاتقان ج ۱ ص ۲۵۱

[1] درمنثور جلد ۵ ص ۱۸۰

[2] اتقان جلد ۲ ص ۲۵، درمنثور جلد ۵ ص ۱۸۰

[3] اتقان جلد ۲ ص ۲۵، اخبار اصفہان جلد ۲ ص ۳۲۸۔ (المصنف) عبدالرزاق جلد ۷ ص ۳۲، مناھل العرفان جلد ۲ ص ۱۱۱، اس حدیث کو درمنثور نے عبدالرزاق، طیاسی، سعید ابن منصور اور عبداللہ بن احمد سے لیا ہے۔ . . . . درمنثور جلد ۵ ص ۱۷۹، منتخب کنز العمال حاشیہ مسند احمد جلد ۲ ص ۱

۶۔ عمرو بن دینار کا بیان ہے کہ میں نے بجالہ تمیمی سے سنا، انہوں نے کہا کہ عمر بن خطاب نے مسجد میں ایک لڑکے کی آغوش میں ایک مصحف دیکھا جس پر "النبی اولی بالمومنین من انفسھم وھو ابو ھم" لکھا ہوا تھا۔ عمر نے کہا اس کو مٹادو۔ اس نے جواب دیا میں نہیں مٹاؤں گا۔ یہ ابی ابن کعب کے مصحف میں موجود ہے۔ وہ پھر ابی کے پاس گئے ابی نے کہا کہ میں رات دن قرآن میں صرف کرتا ہوں اور تمہیں بازاروں سے فرصت نہیں۔[۱]

۷۔ ابو واقد اللیثی کہتے ہیں کہ جب پیغمبرؐ پر وحی نازل ہوتی تھی تو ہم ان کے پاس جاتے تھے اور پیغمبر وحی کی تعلیم فرماتے تھے۔ ایک دن میں حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ انا انزلنا المال لاقامۃ الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ولو ان لابن آدم وادیا لاحب ان یکون الیہ الثانی ولو کان الیہ الثانی لاحب ان یکون الیھما الثالث ولا یملاء جوف ابن آدم الا التراب و یتوب اللہ علیٰ من تاب۔[۲]

۸۔ ابو حرب بن ابو الاسود اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ: ابو موسیٰ اشعریؓ اہل بصرہ کے قاریوں کو بلایا تو ان کے یہاں تین سو قاری آئے۔ ابو موسیٰ نے کہا کہ آپ حضرات اہل بصرہ کے برگزیدہ افراد اور قاری ہیں آپ لوگ قرآن کی تلاوت فرمائیں کہیں ایسا نہ ہو کہ کچھ زمانہ گزر جانے کے بعد آپ لوگوں کے دل بھی آپ سے پہلے والوں کی طرح سخت ہو جائیں۔ ہم لوگ عہد پیغمبرؐ میں ایک سورہ پڑھا کرتے تھے جو طول و شدت میں سورۂ برائت کی طرح تھا لیکن ہم اس کو بھول گئے البتہ "لو کان لابن آدم وادیان من مال لابتغیٰ وادیا ثالثا ولا یملأ جوف ابن آدم الا التراب" یاد رہ گیا ہے۔

---

۱ (المصنف) عبدالرزاق جلد ۱۰ ص۱۸۱ سیوطی نے ان سے اور سعید ابن منصور، اسحٰق ابن راہویہ اور ابن منذر سے اور بیہقی نے بجالہ سے نقل کیا ہے۔ اور اسی طرح فریابی اور ابن مردویہ سے نقل کیا ہے۔ بیہقی نے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آیت کو اسی طرح پڑھا اسی طرح فریابی، ابن ابی شیبہ، ابن جریر، ابن منذر اور ابن ابی حاتم نے مجاہد سے۔ "وھو اب لھم" نقل کیا ہے۔ اسی طرح عکرمہ سے بھی نقل کیا ہے ملاحظہ ہو درمنثور جلدہ ص۱۳۸

۲ (مجمع الزوائد) جلد ۷، ص۱۴۰ احمد نے کہا کہ اس کے رجال صحیح ہے

ہم لوگ ایک اور مسودہ بھی پڑھا کرتے تھے جو مسبحات (وہ سورہ جن کے شروع میں سبح یا یسبح آیا ہے جیسے جمعہ، سورہ حشر) کی طرح کا تھا میں اس کو بھی فراموش کرگیا صرف یہ آیت یاد رہ گئی ہے " یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون مالا تفعلون فتکتب شہادۃ فی اعناقکم فتسألون یوم القیامۃ "[1]

۹۔ ...... حذیفہ نے کہا کہ اب تم سورہ برائت کا چوتھائی بھی نہیں پڑھتے۔[2]

۱۰۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب آیہ " وانذر عشیرتک الاقربین ورھطک منہم المخلصین " نازل ہوئی۔[3]

۱۱۔ ...... عمر ابن خطاب نے ابی سے کہا کہ کیا ہم کتاب خدا میں " ان انتفاءکم من آبائکم کفر بکم " نہیں پڑھتے تھے تو ابی نے کہا کہ ہاں (پڑھتے تو تھے) پھر عمر نے پوچھا کہ " الولد للفراش و للعاھر الحجر " کا فقرہ کیا کتاب خدا میں نہیں تھا۔[4]

۱۲۔ ثوری کہتے ہیں کہ ہم تک یہ خبر پہونچی ہے کہ مسیلمہ کے دن وہ اصحاب نبی قتل کردیئے گئے جو قاری قرآن تھے اسکی بنا پر قرآن کے حروف ضائع ہو گئے۔[5]

۱۳۔ حسن کہتے ہیں کہ عمر نے چاہا تھا کہ قرآن میں یہ لکھ دیا جائے: ان رسول اللہ ضرب فی الخمر ثمانین۔[6]

---

[1] صحیح مسلم ج ۳ ص۱۰۰ ۔ اتقان ج ۲ ص۲۵ ۔ البرہان ج ۲ ص۳۷ [2] بیہقی نے مجمع الزوائد جلد ۷ ص۲۸ و ۲۹ پر طبرانی سے روایت کی اور کہا ہے کہ اس کے راوی ثقہ ہیں .... مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص۵۰۹ ، درمنثور جلد ۳ ص۲۰۸

[3] روح المعانی جلد ۱ ص۲۳ ، صحیح بخاری جلد ۶ ص۲۳۱ [4] المصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص۵۶۴ ۔ درمنثور جلد ۱ ص۱۶ ، مصنف ابن عبدالرزاق جلد ۹ ص۵۰ ، ۵۲ ۔ انہوں نے حاشیہ پر احمد سے پوری حدیث نقل کی ہے۔

[5] درمنثور جلد ۵ ص۱۷۹ ۔ المصنف عبدالرزاق جلد ۷ ص۳۳۰

[6] المصنف عبدالرزاق جلد ۷ ص۳۷۹ ، ص۳۸۰

۱۴۔ طبرانی نے سند موثق کے ساتھ عمر ابن خطاب سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ —— عمر نے فرمایا کہ "قرآن میں دس لاکھ ستائیس حروف تھے" درآں حالیکہ اب جو قرآن ہے وہ اس کے ایک تہائی سے زیادہ نہیں ہے[1]

اُمید ہے کہ اہلسنت کی کتابوں میں اس طرح کی روایتوں کی موجودگی کے بعد تحریف قرآن کے عقیدہ کو شیعوں کی طرف منسوب کرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی ۔

۱۵۔ عمر نے کہا کہ تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن حاصل کرلیا ہے ۔ کیا معلوم کہ پورا قرآن کیا ہے اس لئے کہ قرآن کا بہت سا حصہ ضائع ہوگیا ہے ۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہو کہ میں نے اس کا ظاہر حاصل کرلیا ہے[2]

[3]

۱۶۔ عائشہ کہتی ہیں کہ قرآن میں یہ بھی تھا" عشر رضعات معلومات یحرمن"

۱۷۔ مالک نے کہا کہ جب سورۂ برائت کے ابتدائی حصّے ساقط ہوئے تو انہیں کے ساتھ آیہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی ساقط ہوگئی ۔ اس لئے کہ یہ تو ثابت ہے کہ سورہ برائت سورہ بقرہ کے برابر تھا ۔[4]

۱۸۔ ..... ابن مسعود نے کہا کہ ہم عہد رسولؐ میں آیہ بلّغ کو یوں پڑھا کرتے تھے — یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربّک ان علیا مولی المومنین وان لم تفعل فما بلّغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس[5]

۱۹۔ .. ... عائشہ کہتی ہیں کہ آیہ "رجم" اور آیہ "رضاع کبیر" نازل ہوئی تھی ۔ میرے تکیہ کے نیچے ایک کاغذ میں لکھی ہوئی رکھی تھی ۔ پیغمبرؐ کی وفات کے بعد جب ہم لوگ اس مصیبت میں مبتلا ہوئے تو ایک بکری آئی اور اس کو چبا گئی[6]

---

[1] اتقان جلد ۱ ص۵ ۔ کنز العمال جلد ۱ ص۵۱۷، ۵۴۱ ، الشیعہ والسنہ ص۸۰ [2] الاتقان ج۲ ص۴۰ و۴۱

[3] صحیح مسلم جلد ۴ ص۱۶۷، ص۱۶۸ ، المصنف عبدالرزاق جلد ۷ ص۴۵۷، ۴۶۷، ۴۶۹ ۔ الاتقان جلد ۲ ص۲۲ بدایۃ المجتہد جلد ۲ ص۳۶ ، درمنثور جلد ۲ ص۱۳۵ ابن شیبہ اور عبدالرزاق سے مناہل العرفان جلد ۲ ص۱۱۰ ص۲۶۹

[4] الاتقان جلد ۱ ص۶۵ [5] درمنثور جلد ۲ ص۲۹۸ ، التمہید فی علوم القرآن جلد ۱ ص۲۶۶ [6] تاویل مختلف الحدیث ص۳۱۰ ، مسند احمد جلد ۶

۲۰۔ ابوسفیان کلاعی نے بیان کیا کہ مسلمہ ابن مخلد انصاری نے ایک دن ان لوگوں سے کہا کہ "مجھے قرآن کی ان دو آیتوں کے بارے میں بتاؤ جو قرآن میں درج نہیں ہیں لیکن لوگ نہ بتا سکے۔ وہاں ابوالکنود سعد بن مالک بھی موجود تھے۔ تو ابن مسلمہ نے کہا وہ آیتیں یہ ہیں؛ ان الذین آمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم، الا ابشروا انتم المفلحون والذین آووھم ونصروھم وجادلوا عنھم القوم الذین غضب اللہ علیھم اولئک لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاءً بما کانوا یعملون [1]

۲۱۔ مسور ابن مخرمہ کا بیان ہے کہ عمر نے عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا کہ جو آیتیں نازل کی گئی تھیں کیا ان میں تم اس آیہ "ان جاھدوا کما جاھدتم اول مرۃ" کو داخل سمجھتے ہو کیوں کہ اب ہم اس آیت کو (قرآن میں) نہیں پاتے عبدالرحمٰن نے کہا کہ جو چیزیں قرآن سے ساقط کر دی گئیں ان کے ساتھ یہ آیت بھی ساقط کر دی گئی [2]

۲۲۔ ابی ابن کعب سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے مصحف میں سورہ "حفد" اور سورہ "خلع" بھی درج کیا تھا۔ (اس کی آیتیں یہ ہیں) اللھم انا نستعینک ونستغفرک ونثنی علیک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک اللھم ایاک نعبد ولک نصلی ونسجد والیک نسعی ونحفد نرجو رحمتک ونخشی عذابک ان عذابک بالکافرین ملحق

---

[1] اتقان جلد ۲ ص۲٦ [2] اتقان ص۲۳ [3] البیان فی تفسیر القرآن ص۲۲۳

[4] مجمع الزوائد جلد ۷ ص۱۵۷، الاتقان جلد ۲ ص۲٦، المستدرک علی الصحیحین ۔ روح المعانی جلد ۱ ص۲۵ البرھان جلد ۲ ص۳۷، الاتقان جلد ۱ ص٦۵

تحریف کے سلسلہ میں روایات اہلسنّت کا جواب

الف ۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک قرآن کا تواتر ثابت ہے اور کسی ایک کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے کہ "کل قرآن یا بعض قرآن احاد سے ثابت ہے" اس بنا پر ہم ان تمام روایتوں کو ٹھکرا دیں گے جن کی رو سے کل قرآن یا بعض قرآن کا ثبوت عدم تواتر سے ملتا ہے اسی طرح ہم ان روایتوں پر بھی اعتناء نہیں کریں گے جو بعض آیتوں کی تلاوت کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتی ہیں ۔ ایسی کل روایتیں "احاد" ہیں اور قرآن کا اثبات نہیں کر سکتیں اور نہ اس تواتر قرآن کے مقابلہ میں ٹھہر سکتی ہیں ، جو تمام مسلمانوں کے نزدیک ثابت ہے ۔ لہٰذا ایسی روایتوں کو باطل قرار دینا ضروری ہے چاہے ان کی سند کا صحیح ہونا بھی فرض کر لیا جائے ، اس لئے کہ ایسی روایتیں قرآن کے مخالف ہیں (جیساکہ ہم پہلے بھی عرض کر چکے ہیں) اور تمام مسلمانوں کا تواتر قرآن پر اعتقاد بھی ہے ۔

ب ۔ اب رہ گئی اختلاف قرأت کی بات جو بعض آیتوں میں اصحاب سے نقل ہوئی ہے تو ہم اس سلسلہ میں آئندہ بحث کریں گے لیکن یہاں مختصراً یہ عرض ہے کہ یہ قرأتیں ان قرأتوں میں سے ہیں جو عہد پیغمبر[۱] کے بعد ان اصحاب کے درمیان سنی گئی ہیں جو الگ الگ قبیلوں کے تھے اور انہوں نے پیغمبر سے مکمل طور پر سنا بھی نہیں تھا جس طرح بعض اصحاب آیتوں یا ان کی صحیح قرأت کو بھول گئے تھے ۔ اور انہوں نے اس کو اسی طرح سمجھا جس طرح دیکھا تھا ۔ جیساکہ بہت سی گزشتہ روایتوں سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے بلکہ یہ سب مختلف شہروں میں چلے گئے اور انہوں نے قرآن کو ایک دوسرے سے مختلف انداز میں پڑھا اسی بنا پر جب حذیفہ نے آذربائیجان میں قرأت کا یہ منظر دیکھا تو اہل شام اور اہل عراق کے اختلاف کے خوف سے عثمان کے پاس آئے اور ان کے سامنے یہ قضیہ پیش کیا اس کے بعد عثمان نے لوگوں کو ایک قرأت پر جمع کرنے کی کوشش کی تاکہ قرآن تحریف اور کمی سے محفوظ رہ جائے اور اس سلسلہ میں امام علیؑ نے بھی ان کی تائید کی اس بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو قرأتیں قراء اور مفسرین وغیرہ نے

۱۔ مجمع الزوائد جلد ، ص ۱۵۷ ۔ اتقان جلد ۲ ص ۲۶ ، المستدرک علی الصحیحین ، روح المعانی جلد ۱ ص ۲۵

البرہان جلد ۲ ص ۳۷ ، اتقان جلد ۱ ص ۶۵ ۔

نقل کی ہیں ان میں سے سب صحیح نہیں ہیں بلکہ ہماری نظر میں وہ قرائتیں صحیح ہیں جو واقعاً تواتر سے ثابت ہیں اسی کے ساتھ ساتھ یہ قول بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان قرائتوں میں فقط ایک ہی قرائت صحیح ہے لیکن چونکہ متعدد متواتر قرائتوں میں اس ایک قرائت کی تعیین ممکن نہیں ہے۔ اس لئے ہم اس قرائت کو صحیح سمجھتے ہیں جو قطعی طور پر تواتر سے ثابت ہو، چاہے وہ ایک دو ہو یا زیادہ۔

ج۔ اب رہا ابن مسعود کا معوذتین کے جزو قرآن ہونے سے انکار، تو اس سلسلہ میں اول تو ہم ابن مسعود کی یہ بات قبول ہی نہیں کرتے اس لئے کہ قرآن اور ان دونوں سوروں کا وجود تمام مسلمانوں کے نزدیک تواتر سے ثابت ہے۔ یا پھر اسی کے علاوہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ بعض لوگوں نے ابن مسعود کی طرف منسوب انکار کی نفی کی ہے جیسا کہ فخرالدین رازی کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے اور "نووی" بھی فرماتے ہیں کہ: تمام مسلمانوں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سورۂ فاتحہ اور معوذتین قرآن کا جزو ہیں اور جو بات ابن مسعود کے بارے میں نقل کی جاتی ہے وہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ ابن حزم نے بھی ابن مسعود کی طرف اس نسبت سے انکار کیا ہے ــــ اور یہ بھی روایت کی جاتی ہے کہ عاصم نے ابن مسعود سے قرائت لی ہے درآں حالیکہ عاصم کے مصحف میں معوذتین اور سورۂ فاتحہ موجود ہے۔

اس سلسلہ میں صاحب "المناھل" رقمطراز ہیں کہ: ابن مسعودؓ کے انکار سے ہم کو کوئی نقصان نہیں پہونچتا اس لئے کہ ان دونوں سوروں کے جزو قرآن ہونے پر تواتر موجود ہے۔[1]

لیکن قسطلانی نے جب یہ دیکھا کہ ابن مسعود کی طرف منسوب اس قول کی تکذیب سے ان راویوں کی تکذیب ہوتی ہے، جنھوں نے اس بات کو نقل کیا ہے تو انہوں نے اس کی ایک دوسری توجیہ پیش کی آپ فرماتے ہیں کہ: ان ابن مسعود لم ینکر قرآنیتهما بل انکر اثباتهما فی مصحفه[2] ابن مسعود نے ان دونوں سوروں کے قرآن ہونے سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ انہوں نے اپنے مصحف میں درج کرنے سے انکار کیا ہے۔

---

[1] مناھل العرفان جلد ا ص۲۶۸، ط۲۶۱۔ البرہان فی علوم القرآن جلد ۲ ص۱۲۸

[2] ارشاد الساری جلد ۷ ص۴۴۲۔

لیکن ہم قسطلانی سے یہ پوچھنا چاہتے ہیں کہ آپ کو اس قسم کی توجیہ کی ضرورت ہی کیوں پڑی جب ابن مسعودؓ کو اس کے قرآن ہونے سے انکار نہیں ہے تو پھر انہوں نے اپنے مصحف میں اس کو جگہ کیوں نہیں دی ؟ !!!!

لیکن باقلانی نے ابن مسعود کی طرف اس بات کی نسبت دینے والے راویوں کی تکذیب کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں : جو شخص اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ ابن مسعود نے ان کے جزو قرآن ہونے سے انکار کیا ہے وہ جاہل ہے اور تحصیل (قرآن) سے بہت دور ہے اس لئے کہ ان دونوں سورتوں کے نقل کا ذریعہ بھی وہی ہے جو قرآن کے نقل کا ذریعہ ہے[1]۔

اس سلسلہ میں قرطبی فرماتے ہیں:

"یزید ابن ہارون نے کہا کہ "معوذتین" منزلت کے اعتبار سے سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران کے برابر ہیں اور جو یہ سمجھتا ہے کہ یہ قرآن کا جزو نہیں ہے وہ کافر ہے۔ اس کے بعد ان سے پوچھا گیا کہ پھر عبد اللہ ابن مسعود کے قول کے بارے میں کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ عبد اللہ ابن مسعود مر گئے مگر انہوں نے پورا قرآن حفظ نہیں کیا۔ اس بات میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے[2]۔"

لیکن یہ توجیہ بہت ہی کمزور توجیہ ہے اس لئے کہ ابن مسعود وہ تھے جن سے قرأت قرآن کے سلسلہ میں رجوع کرنے کے لئے پیغمبرؐ نے لوگوں کو حکم دیا تھا لہٰذا قرطبی کی یہ توجیہ بھی قبول نہیں کی جائے گی۔ قرطبی جلد ا صـ۵۷

د ۔ ابیؑ سے منسوب ہے کہ ان کے مصحف میں "سورہ خلع" اور "سورۃ الحفد" کا اضافہ تھا۔

اس سلسلہ میں "قاضی" فرماتے ہیں :

"عبد اللہ یا ابی ابن کعب یا زید یا عثمان یا علیؑ اور اولاد علیؑ کی طرف یہ منسوب کرنا کہ انہوں نے قرآن کی آیت کو حذف کردیا، یا اس سے انکار کردیا، یا قرآن میں کوئی تبدیلی کردی ، یا

---

[1] الانتصار لنقل القرآن صـ۹۰

[2] تفسیر قرطبی جلد ۱ صـ۵۲

جو قرائت رائج تھی اس کے خلاف قرآن کی تلاوت کی درست نہیں ہے .... اب رہی قنوت کی بات جو ابی ابن کعب سے مروی ہے جس کو انہوں نے اپنے مصحف میں درج کیا تھا تو اس کا قرآن ہونا کہیں سے ثابت نہیں ہے بلکہ وہ ایک طرح کی دعا تھی اور ان سے دعا ہی کے درج ہونے کی روایت کی گئی ہے ان کے مصحف میں وہ چیزیں درج تھیں جو قرآن نہیں ہیں جیسے دعا اور تاویل۔"[1]

ھ۔ آیہ رجم کے سلسلہ میں عمر کی طرف منسوب بات بھی قابل قبول نہیں ہے اس لیئے کہ آیۂ رجم فقط عمر سے مخصوص ہے جس کو مسلمانوں میں سے کسی نے بھی قبول نہیں کیا ہے اور آیۂ رجم کو بحیثیت آیت تسلیم کرنا ممکن بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ آپ یہ بھی ملاحظہ فرمائیں کہ آیۂ رجم میں لفظ "البتۃ" بھی ہے جو کلام بلیغ میں نہیں استعمال ہوتا۔

باقلانی فرماتے ہیں:

"ابی ابن کعب سے قنوت والی روایت اور ان کا اپنے مصحف میں درج کرنا، تو اس کے قرآن ہونے پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ وہ تو ایک قسم کی دعا تھی!! اگر جزو قرآن ہوتا تو قرآن ہی کی طرح ہم تک نقل ہو کر آتا اور اس کی صحت کا ہم کو علم حاصل ہوتا۔"[2]

بہرحال یہ چند روایتیں جو علماء اہلسنت کی کتابوں سے نقل کی گئی ہیں اور تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہیں یا تو صحابہ کے خلط ملط کر دینے کی بنا پر ہیں یا ان کے سہو کی بنا پر ہیں یا پھر ان سے اجتہاد کی غلطی ہوئی ہے! اب رہی یہ بات کہ راویوں نے نقل روایت میں کہیں کچھ ملا نہ دیا ہو تو یہ ان کے اوپر افتراء ہے۔ بہرحال تمام مسلمانوں کے نزدیک قرآن کے تواتر سے ثابت ہونے کے بعد ایسی روایتوں کو ترک کر دینا ضروری ہے چاہے یہ روایتیں بخاری، مسلم اور دوسری صحاح و سنن کی کتابوں میں ہی کیوں نہ پائی جاتی ہوں۔

قصہ بسم اللہ کی تحریف کا۔

بعض افراد نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے جزو قرآن نہ ہونے کا دعوا کیا ہے۔ اگرچہ اس

---

[1] البرھان فی علوم القرآن جلد ۲ ص۱۲۸

[2] نکت الانتصار لنقل القرآن ص۸۰ ۔ مناھل العرفان جلد۱ ص۲۶۴

مقام پر علماء نے تحریف کی صراحت نہیں کی ہے لیکن اس سے بھی تحریف کا پتہ چلتا ہے۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ " قراء و فقہاء ، مدینہ و بصرہ کا کہنا ہے کہ بسم اللہ نہ تو فاتحۃ الکتاب کی آیت ہے اور نہ کسی دوسرے سورہ کی۔ نیز یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ پہلے بسم اللہ نازل ہوئی پھر کچھ دنوں کے بعد اس سے " الرحمٰن " کو ملحق کیا گیا اور پھر اس کے بعد پوری آیت نازل ہوئی[1] اس کا مطلب یہ نکلا کہ بسم اللہ اس سورۂ فاتحہ کا جزو نہیں ہے جس کو پیغمبر ابتدائے بعثت سے پڑھتے تھے۔

باقلانی نے متعدد صفحات میں یہ بحث کی ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کی آیت نہیں ہے۔ اور نہ کسی دوسرے سورہ کی ابتدائی آیت ہے یہ بس سورۂ نمل کا جزو ہے[2]۔ حذف بسم اللہ کے قول سے تحریف قرآن کا پتہ چلتا ہے۔ جو لوگ بسم اللہ کو جزو قرآن نہیں سمجھتے۔ امام رازی اس کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" اگر بسم اللہ جزو قرآن نہیں ہے تو پھر قرآن تبدیلی سے محفوظ نہیں رہا ، اگر قرآن زیادتی سے محفوظ ہے اور اس کے بعد بھی یہ گمان کرنا جائز ہے کہ صحابہ نے (بسم اللہ کو) بڑھا دیا ہے، تو یہ گمان کرنا بھی درست ہوگا کہ انہوں نے کچھ کمی بھی کی ہوگی اور اس بات کو تسلیم کر لینے کے بعد قرآن کی حجت باقی نہیں رہ جائے گی[3]۔

جو لوگ سمجھتے ہیں کہ شیعہ ، تحریف قرآن کا عقیدہ رکھتے ہیں ، ان کا جواب دیتے ہوئے سید ابن طاؤس فرماتے ہیں :

---

[1] الکشاف جلد ا ص ۱ ۔ بسم اللہ کے جزو سورہ ہونے کی نفی کے سلسلہ میں ملاحظہ ہو المدونۃ الکبری جلد ا ص ۶۴ فقہ السنہ جلد ا ص ۱۳۶ ۔ احکام القرآن ابن عربی جلد ا ص ۲ ، روح المعانی جلد ا ص ۳۹

[2] التنبیہ والاشراف ص ۲۲۵ ۔ السیرۃ الحلبیہ جلد ۳ ص ۲۳ ، کنزالعمال جلد ۵ ص ۲۴۴ طبقات کبری جلد ا ص ۲۶۳ ص ۲۶۴ ، روح المعانی جلد ا ص ۳۷ ۔ العقد الفرید جلد ۳ ص ۴

[3] الانتصار ص ۱ سے ص ۷۴ تک

[4] تفسیر کبیر جلد ۱۹ ص ۱۶۰

ہم نے تمہاری تفسیر میں یہ دعویٰ بھی دیکھا ہے کہ بسم اللہ جزو قرآن نہیں ہے۔ اس کو عثمان نے قرآن میں درج کر دیا ہے یہی تمہارے سلف کا بھی خیال ہے، وہ لوگ بھی بسم اللہ کو آیہ قرآن نہیں سمجھے جبکہ قرآن کی یہ ۱۱۳ آیتیں ہیں جن کو آپ حضرات زائد تصور کرتے ہیں ـــ اے ابو علی کیا تمہارا یہ اعتراف اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ تم نے قرآن میں اسی چیز کا اضافہ کر دیا جو قرآن نہیں ہے۔[1]

حروف مقطعات سوروں کے نام ہیں۔

جیسا کہ متعدد علماء اہل سنت نے لکھا ہے کہ حروف مقطّعات سوروں کے نام ہیں۔ یہ بات بھی تحریف قرآن پر دلالت کرتی ہے۔ سید ابن طاؤس اہل سنت کے جواب میں فرماتے ہیں: "ہم نے تمہاری تفسیر میں دیکھا ہے، تم ان حروف مقطّعات کو جو سوروں کے ابتدا میں ہیں، سوروں کے نام بتاتے ہو اور اس قرآن کو دیکھا جس کے بارے میں تم لوگوں کا کہنا ہے کہ عثمان نے لوگوں کو اس پر مجتمع کیا ہے۔ اس قرآن میں بہت سے سورے ایسے ہیں جن کے شروع میں حروف مقطعات ہیں لیکن ان کا حروف مقطعات پر نام نہیں رکھا گیا ہے[2]...

عبدالرحمٰن ابن اسلم سے منقول ہے کہ حروف مقطعات سوروں کے نام ہیں[3]۔ ایک طرف تو علماء کی یہ تصریح کہ سوروں کے نام صحابہ کی طرف سے رکھے گئے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حروف مقطعات سوروں کے نام ہیں (اگر یہ نام صحابہ نے رکھے ہیں) تو صحابہ کی طرف سے رکھے گئے ناموں کا حروف مقطعات کی شکل میں قرآن میں موجود ہونا تحریف پر بہت واضح دلالت ہے۔

تلاوت کا منسوخ ہونا

جو روایتیں بعض سوروں (برائت، احزاب وغیرہ) میں کمی پر دلالت کرتی ہیں جن کو ہم نے

---

[1] سعد السعود ص۱۴۵ — [2] سعد السعود ص۱۴۵

[3] تفسیر ابن کثیر جلد ۱ ص۳۶، المنار جلد ۱ ص۱۲۲۔

گزشتہ صفحات میں نقل کیا ہے۔ ان روایات کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ یہ نقص نہیں ہے بلکہ اس کی تلاوت اللہ کی طرف سے منسوخ ہوگئی ہے اس کو "نسخ تلاوت" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

لیکن ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے اس لئے کہ "نسخ تلاوت" کی بات تو بعد میں اہلسنت کی ان روایتوں کو درست کرنے کے لئے بنائی گئی ہے جو بعض سوروں یا آیتوں کے حذف یا گم ہونے یا بکری کے چبا جانے پر دلالت کرتی ہیں۔ "نسخ تلاوت" کی بات تو ان روایتوں کی توجیہ کے لئے گھڑی گئی ہے جو بعض لوگوں نے بغیر سوچے سمجھے بیان کی ہے۔ اس لئے بہت سے علماء اہلسنت نسخ کی اس قسم (نسخ تلاوت) کا انکار کرتے ہیں۔

امام سرخسی فرماتے ہیں: مسلمانوں کے نزدیک اس قسم کا نسخ (نسخ تلاوت) جائز نہیں ہے لیکن بعض ملحدین جو بظاہر اسلام کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں مگر بباطن اسلام کو نقصان پہونچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پیغمبر کی وفات کے بعد کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے اور اس کی دلیل میں ابوبکر سے مروی روایت (جس میں موجود ہے کہ دور رسالت میں ہم لوگ " لاترغبوا عن آبائکم فانہ کفر بکم " پڑھا کرتے تھے) یا انس کی روایت (جس میں "بلغوا عنا قومنا انا لقینا ربنا فرضی عنا وارضانا" موجود ہے) یا عمر کی روایت سے جو کہتے ہیں کہ ہم نے قرآن میں (زمانہ پیغمبر میں) آیہ رجم پڑھی تھی اور ابی کے قول سے استدلال کیا ہے جنہوں نے فرمایا کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ کے برابر یا اس سے بھی بڑا تھا۔ اس کے بعد سرخسی نے مزید فرمایا کہ۔

شافعی اس قول کی مدافعت تو نہیں کرتے لیکن انہوں نے اسی سے ملتی جلتی "دودھ پلانے والی روایت سے استدلال کیا ہے۔ شافعی نے عائشہ کی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے جس میں ملتا ہے کہ قرآن میں "دس مرتبہ" دودھ پلانے کا حکم تھا اور پھر یہ "پانچ مرتبہ" دودھ پلانے والے حکم کے ذریعہ منسوخ ہوگیا اور یہ آیت ان آیتوں میں سے ہے جو بعد وفات پیغمبر پڑھی جاتی تھی

اس کے بعد سرخسی فرماتے ہیں:" ــــ اس قول کے باطل ہونے کی دلیل قرآن کی آیت "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون" ہے اس لئے کہ اس حفاظت سے مراد خدا کے پاس حفاظت نہیں ہے بلکہ ہمارے پاس حفاظت مراد ہے اس لئے کہ خدا غفلت ونسیان سے بری ہے[1]۔

[1] اصول سرخسی جلد ۲ ص۷۸-۸۰ منقول از التمہید جلد ۲ ص۲۸۱

اور یہ بات بھی ثابت ہے کہ اس شریعت مقدسہ کو منسوخ کرنے کے لئے بعد پیغمبر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی۔ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ بعض آیتوں کو منسوخ کرنے کے لئے ایسا ہوا ہے تو پھر تمام آیتوں کے لئے بھی ایسا ممکن ہے۔ اس طرح تو پھر کوئی فریضہ جو لوگوں کے درمیان ثابت ہوچکا ہے باقی نہیں رہ جائے گا ۔ اگر اسکو مان لیا جائے تو پھر اس سے زیادہ قبیح بات کیا ہوگی۔

ڈاکٹر صبحی صالح فرماتے ہیں :

نسخ کی تین قسمیں لوگوں نے قرار دی ہیں : ۱ حکم کا منسوخ ہونا تلاوت کا باقی رہنا۔ ۲ تلاوت کا منسوخ ہونا حکم کا باقی رہنا۔ ۳۔ تلاوت اور حکم دونوں کا منسوخ ہونا .... لیکن دوسری اور تیسری قسم بنانے میں بڑی جرأت سے کام لیا گیا ہے جس میں ان کے خیال سے آیہ معینہ کی تلاوت منسوخ کردی گئی کہیں حکم کے ساتھ اور کہیں حکم تو باقی ہے مگر آیت منسوخ ہوگئی ہے بہرحال ناظرین محترم اگر اس قسم پر غور فرمائیں تو بڑی آسانی سے اس قسم کی خطا کا پردہ فاش ہوجائے گا۔ اس مسئلہ کو تین قسموں میں تقسیم کرنا اس وقت درست ہوتا جب ہر قسم کے لئے بہت زیادہ شواہد یا کم سے کم کافی شواہد موجود ہوتے۔ دراں حالیکہ شائقین "نسخ" کے لئے ان تینوں قسموں میں سے ہر قسم کے لئے ایک دو سے زیادہ شواہد نہیں ہیں اور وہ تمام اخبار بھی اخبار احاد ہیں اور اخبار احاد کے ذریعہ نہ تو نزول قرآن پر یقین کرنا جائز ہے اور نہ نسخ قرآن پر ۔ اس مستحکم رائے کو ابن ظفر نے کتاب " الینبوع " میں اختیار کیا ہے۔[1] انہوں نے کسی بھی آیت کے منسوخ التلاوۃ ہونے سے انکار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ خبر واحد سے قرآن ثابت نہیں ہوسکتا۔"[2]

پھر اس کے بعد شیخ صبحی نے منسوخ التلاوۃ آیتوں کی مثالیں پیش کی ہیں جیسے آیہ رجم یا دس مرتبہ دودھ پلانے والی آیت وغیرہ ....

ہم شیخ صبحی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ اس صورت میں ان روایتوں کے بارے میں آپ کیا کہتے

---

[1] ابن ظفر۔ عبداللہ ابن ظفر متوفی ۵۶۸ ہیں ان کی کتاب "الینبوع" کے مختلف قلمی نسخے قاہرہ کی لائبریری میں موجود ہیں جس کا نمبر تفسیر ۳۱۰ ہے۔

[2] مباحث فی علوم القرآن ص۲۶۵ ، ص۲۶۶

ہیں جو صحاح اہلسنت اور ان کی کتابوں میں درج ہیں اگر یہ روایات احاد ہیں جیسا کہ آپنے ذکر فرمایا ہے اور یہی درست بھی ہے تو ان روایتوں کو باطل ٹھہرانا ضروری ہے جن کو بخاری اور مسلم وغیرہ نے پیش کیا ہے ـــــ مثلاً آیہ رجم اگر باطل ہے تو اس سلسلہ میں مقصر کون ہے ؟

اسی طرح جو روایتیں ابو موسیٰ اشعری، ابن عمر اور ابی ابن کعب وغیرہ سے مروی ہیں وہ سب صحیح ہیں یا جھوٹی ہیں تو کیا صحاح وغیرہ سے نقل ہونے والی ایسی روایتوں کے ذریعہ تحریف کا قول نہیں ثابت ہوتا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اسی بنا پر آیت اللہ خوئی فرماتے ہیں :

" نسخ تلاوت کا قول بعینہ تحریف اور اسقاط کا قول ہے ۔ اس لئے کہ تلاوت یا تو پیغمبرؐ کی طرف سے منسوخ ہوئی ہوگی یا ان کے بعد جو زعماء حکومت ہوئے ان کی طرف سے ــ اگر نسخ تلاوت کے قائلین اسکو پیغمبرؐ کی طرف سے سمجھتے ہیں تو یہ محتاج دلیل ہے ، علماء خبر واحد کے ذریعہ قرآن کے منسوخ ہونے کو جائز نہیں سمجھتے یہ بات اجماعی ہے ۔ اس کی تصریح ایک جماعت نے اصولی اور غیر اصولی کتابوں میں کی ہے بلکہ شافعی اور ان کے اکثر اصحاب نیز اکثر اہل ظاہر تو سنت متواترہ کے ذریعہ بھی کتاب کے منسوخ ہونے کو درست نہیں سمجھتے ۔ یہی احمد بن حنبل کا بھی خیال ہے ۔ ان سے مروی دو روایتوں میں سے ایک روایت ہیں ۔ بلکہ کچھ لوگ جو کہتے ہیں کہ سنت متواترہ کے ذریعہ کتاب کا منسوخ ہونا ممکن ہے وہ بھی کہتے ہیں کہ ایسا واقع نہیں ہوا ہے[له] ۔ لہٰذا ایسی روایتوں کے ذریعہ پیغمبر کی طرف نسخ تلاوت کی نسبت کیسے صحیح ہو سکتی ہے ۔

اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی خیال رکھنا چاہئے کہ پیغمبر کی طرف نسخ کی نسبت ان تمام روایتوں کے مخالف ہے جن میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قرآن میں کاٹ چھانٹ بعد پیغمبرؐ ہوئی ہے (جیسا کہ ہم نے سابق میں بیان بھی کیا ہے) اگر نسخ تلاوت کا قول اختیار کرنے والوں کا خیال یہ ہے کہ تلاوتیں بعد پیغمبرؐ مسند قیادت پر آنے والے زعماء کے ذریعہ منسوخ ہوئی ہیں تو یہ بعینہ تحریف کا قول ہے اس بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ تحریف کا قول اکثر

له المواقفات - ابو اسحاق شافعی جلد ۳ ص۱۰۰

۵ الاحکام فی اصول الاحکام آمدی ، جلد ۳ ص۲۱۷

علماء اہل سنت کا قول ہے اس لئے کہ وہ جواز نسخ تلاوت کے قائل ہیں چاہے حکم منسوخ ہوا ہو یا نہ منسوخ ہوا ہو ..... ہاں معتزلہ[1] کا ایک گروہ کہتا ہے کہ نسخ تلاوت جائز نہیں ہے[2]۔"

اس کے علاوہ جزیری نے اپنی کتاب " الفقہ علی المذاہب الاربعہ" جلد ۳ ص۲۵۷ پر اور استاد السایس نے اپنی کتاب " فتح المنان علی حسن العریض" ص۲۱۶ و ص۲۱۷ پر بھی نسخ تلاوت کی نفی کی ہے۔ (التمہید فی علوم القرآن جلد ۲ ص۲۸۱)

جمع قرآن اور تحریف

ہمیشہ مسلمانوں کی یہ سیرت رہی ہے کہ انہوں نے قرآن کی کسی ایک آیت کے بارے میں شک نہیں کیا ہے ان کا عقیدہ ہے کہ پورا قرآن کسی کمی اور زیادتی کے بغیر منزل من اللہ ہے۔

اس کے باوجود اہل سنت نے صحاح وغیرہ میں جمع قرآن کے سلسلہ میں ایسی روایتیں لکھی ہیں جن سے آیات قرآنیہ کا عدم تواتر سمجھ میں آتا ہے بلکہ آیتیں روایات احاد سے ثابت ہوتی ہیں۔ تو لیجئے ہم یہاں اس قسم کی روایتیں پیش کر رہے ہیں اس کے بعد ان روایتوں سے بحث کی جائے گی:

زید ابن ثابت کا بیان ہے کہ ابوبکر نے مجھ کو بلایا جبکہ یمامہ والوں سے لڑائی ہو رہی تھی اور اس وقت عمر بن خطاب بھی ان کے پاس تھے، ابوبکر نے فرمایا کہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ جنگ یمامہ میں قرآن کریم کے کتنے ہی قاری شہید ہو گئے ہیں اور مجھے خدشہ ہے کہ قاریوں کے مختلف مقامات پر شہید ہو جانے کے باعث قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہیگا لہٰذا میری رائے یہ ہے کہ آپ قرآن کریم کے جمع کرنے کا حکم فرمائیں، میں نے عمر سے کہا کہ میں وہ کام کس طرح کروں جو رسول اللہؐ نے نہیں کیا؟!! عمر نے کہا خدا قسم پھر بھی یہ اچھا ہے۔ پس عمر برابر اس بارے میں مجھ سے دریافت کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں میرا سینہ کھولدیا

---

[1] الاحکام فی اصول الاحکام امدی جلد ۳ ص۲۰۱ و ص۲۰۳

[2] البیان فی تفسیر القرآن ص۲۲۴، و ص۲۲۵

اور میں بھی ان سے متفق ہوگیا۔ زید کا بیان ہے کہ ابوبکر نے فرمایا "تم نوجوان اور صاحب عقل و دانش ہو اور تمہاری قرآن فہمی پر کسی کو کلام بھی نہیں، تم رسول اللہ کے حکم سے وحی بھی لکھا کرتے تھے۔ پس سعی بلیغ کے ساتھ قرآن جمع کر دو۔ پس خدا کی قسم اگر مجھے پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنے کا حکم دیا جاتا تو اسے اس سے بھاری نہ سمجھتا جو مجھے حکم دیا گیا کہ قرآن کریم کو جمع کروں ــــ میں نے عرض کیا کہ" آپ دونوں وہ کام کیوں کرتے ہیں جو رسول اللہ نے نہیں کیا ہے؟!!! انہوں نے فرمایا: خدا کی قسم پھر بھی یہ بہتر ہے" اس سلسلہ میں برابر ابوبکر سے بحث کرتا رہا یہاں تک کہ اللہ نے میرا سینہ بھی اسی طرح کھول دیا جس طرح عمر اور ابوبکر کا کھول دیا تھا میں نے قرآن کریم کو کھجور کے پتوں، پتھر کے ٹکڑوں اور لوگوں کے سینوں سے تلاش کر کے جمع کیا یہاں تک کہ سورہ توبہ کی یہ آخری آیت، ابوخزیمہ انصاری کے پاس ملی اور کسی سے دستیاب نہ ہوئی (لقد جاءکم رسول ...) پس یہ جمع کیا ہوا نسخہ ابوبکر کے پاس رہا جب ان کا انتقال ہوگیا تو عمر کے پاس اور پھر حفصہ بنت عمر کی تحویل میں رہا۔[1]

- ابن ابی داؤد بیان کرتے ہیں کہ عمر نے قرآن کی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا تو کہا گیا کہ وہ فلاں کے پاس تھی جو یمامہ میں قتل کر دیئے گئے۔ تو عمر نے انا للہ کہا اور قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے قرآن کو مصحف میں جمع کیا۔[2]
- ابن بریدہ کا بیان ہے کہ سب سے پہلے قرآن کو جمع کرنے والے سالم غلام خدیفہ تھے۔ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ جب تک قرآن نہیں جمع کر لیں گے دوش پر ردا نہیں ڈالیں گے پھر جب قرآن جمع ہوگیا تو آپس میں مشورہ کیا کہ اس کا نام رکھا جائے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ اس کا نام "السفر" رکھا جائے تو سالم نے کہا نہیں یہ تو یہود کا رکھا ہوا نام ہے جس کی وجہ سے سب نے اس نام کو نامناسب سمجھا۔ سالم نے کہا کہ میں نے ایسی چیز حبشہ میں دیکھی ہے جس کو "مصحف" کہتے ہیں۔ اس نام پر سب کا اتفاق ہوگیا اور سب لوگوں نے مل کر اس کا نام "المصحف" رکھا۔[3]

---

[1] بخاری کتاب التفسیر، باب جمع القرآن - الاتقان جلد ۱ ص۵۷ - تاریخ الخلفاء ص۷۷، تفسیر طبری جلد ۱ ص۲۰

[2] اتقان جلد ۱ ص۵۸ [3] الاتقان ج ۱ ص۵۸

● زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ جب ہم نے مصحف کو لکھا تو اس میں ایک آیت نہیں تھی جسے ہم پیغمبر سے سنتے تھے وہ آیت "من المومنین رجالٌ صدقوا ...." خزیمہ کے پاس ملی۔ عمر کتاب خدا کی کسی آیت کو اس وقت تک قبول نہیں کرتے تھے جب تک اس پر دو گواہیاں نہ گزر جائیں۔ انصار میں سے ایک شخص دو آیتیں لے آیا تو عمر نے فرمایا کہ اس پر میں تمہارے علاوہ اور کوئی گواہ طلب نہیں کرونگا۔[1]

● یحیٰی ابن عبدالرحمٰن حاطب کہتے ہیں کہ عمر نے قرآن جمع کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں میں اعلان کردیا کہ "جس نے پیغمبرؐ سے قرآن کا کوئی حصہ سنا ہو وہ ہمارے پاس لے آئے" اس زمانہ میں لوگوں نے کاغذ، پتھر کے ٹکڑوں اور کھجور کی پتیوں پر قرآن جمع کر رکھا تھا۔ عمر دو گواہوں کی گواہی کے بغیر قرآن کا کوئی حصہ نہیں قبول فرماتے تھے۔ پس خزیمہ نے آکر کہا کہ آپ نے قرآن کی دو آیتیں چھوڑ دیں ان کو درج نہیں کیا تو عمر نے کہا کہ وہ دو آیتیں کون کون سی ہیں خزیمہ نے کہا کہ میں نے پیغمبر سے لقد جاءکم رسول .... حاصل کیا ہے۔[2]

● انس ابن مالک کہتے ہیں کہ میں ان لوگوں میں سے تھا جو قرآن لکھ رہے تھے جب کبھی کسی آیت میں اختلاف ہوتا تھا تو ہم اس شخص کو یاد کرتے تھے جس نے پیغمبر سے سیکھا تھا اور جب ایسا شخص حاضر نہیں ہوتا تھا یا کسی دیہات میں ہوتا تھا تو لوگ قبل و بعد کی آیت لکھ لیتے تھے اور اس آیت کی جگہ چھوڑ دیتے تھے یہاں تک کہ وہ شخص آجائے یا اس کے پاس کسی کو بھیجا جائے۔[3]

● ابی ابن کعب نے بیان کیا کہ لوگوں نے قرآن کو ابوبکر کے زمانے میں جمع کیا۔ لوگ لکھتے جاتے تھے اور ابیؓ املا کراتے جاتے تھے جب لوگ سورۂ برائت کی آیت "ثم انصرفوا صرف اللہ ....." پر پہونچے تو انہوں نے سمجھا کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے تو ابیؓ نے کہا نہیں

---

[1] تہذیب تاریخ دمشق۔ جلد ۵ ص۱۳۶۔ البخاری کتاب التفسیر۔ البرھان جلد ۱ ص۲۳۷

[2] تہذیب تاریخ دمشق جلد ۴ ص۱۳۶

[3] تفسیر طبری جلد ۱ ص۲۱۔

اس کے بعد ہم نے دو آتیں اور پڑھی ہیں " لقد جاءکم رسولٌ ..... "

- ابوداؤد ابن زبیر سے مروی ہے کہ ابوبکر نے عمر اور زید سے کہا کہ " آپ لوگ مسجد کے دروازہ پر بیٹھ جائیں اور جو کتاب خدا کی کسی آیت پر دو گواہی پیش کرے اسے لکھ لیں۔[۲]
- ابن سیرین کا کہنا ہے کہ ابوبکر و عمر دونوں کا انتقال ہوگیا مگر قرآن جمع نہیں ہوا۔[۳]
- ابن سعد سے روایت ہے کہ سب سے پہلے عمر نے قرآن جمع کیا۔[۴]

اس طرح کی بہت سی روایتیں صحاح اور غیر صحاح میں موجود ہیں جن کے قبول کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن کے عدم تواتر کو مان لیا جائے یا قرآن کا اخبار احاد سے ثابت ہونا تسلیم کر لیا جائے جیسے خزیمہ کا قول، یا دو گواہوں کے ذریعہ قرآن حاصل ہونے والا قول، ابی ابن کعب کی روایت، یا ایک ایسے آدمی کا قول جو بادیہ نشین تھا جس کے پاس آدمی بھیجا جاتا تھا تب وہ پڑھ کر سناتا تھا۔ یا وہ روایت جس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کی فلاں آیت ایک شخص کے پاس تھی جو جنگ یمامہ میں قتل کر دیا گیا ـــــ اگر صحاح کی روایتوں کو اسی طرح قبول کر لیا جائے تو اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن سے چشم پوشی ممکن نہیں۔

زرکشی اس نکتہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے ان کی توجیہ بھی بیان کی ہے۔ مگر ان توجیہات کا قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔ وہ خزیمہ سے زید کے دو آیتیں لینے کے بارے میں فرماتے ہیں:

ـــــ اس سے قرآن کا اثبات خبر واحد سے نہیں ہوتا اس لئے کہ زید اور دوسرے صحابہ نے پیغمبر کی دی ہوئی تعلیم کی بنا پر ان آیتوں کا علم حاصل کیا تھا اور یہ جانتا تھا کہ سورہ احزاب میں وہ آیتیں کس جگہ کی ہیں اور پھر اس کو بھول گئے پھر جب سن لیا تو یاد آگئیں۔ زید کا لوگوں سے پوچھ گچھ کرنا علم حاصل کرنا نہ تھا بلکہ ان سے ایک طرح کی تقویت حاصل کر رہے تھے۔[۵]

---

[۱] مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۵ [۲] ارشاد الساری جلد ۷ ص ۴۴۷ [۳] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۳ ص ۹۰ طبقات کبریٰ جلد ۳ ص ۲۱۱ [۴] طبقات کبریٰ جلد ۳ ص ۲۸۱

[۵] البرہان جلد ۱ ص ۲۳۶

لیکن اس طرح کی توجیہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر ایسی توجیہ کو قبول کر لیا جائے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا فقط زید اور خزیمہ کے علم سے تواتر ثابت ہو جائے گا؟ اور کیا تمام صحابہ اس آیت کو فراموش کر گئے تھے؟!!! ایسی صورت میں ماننا پڑے گا کہ بعض آیات کو شاید تمام صحابہ بھول گئے تھے یہاں تک کہ خزیمہ بھی!!! اور کوئی ایسا بھی نہ تھا جو یاد دہانی کرتا اور ان کو مدد پہونچاتا!!!

مذکورہ بالا توجیہ سے زیادہ گھٹیا توجیہ تو وہ توجیہ ہے جو زرکشی نے زید کا قول "وجدت آخر سورة براءة مع خزيمة بن ثابت ولم اجدها مع غيره" (سورۂ برائت کا آخری حصہ صرف خزیمہ کے پاس ملا اور کسی کے پاس نہیں ملا) نقل کرنے کے بعد کی ہے۔ زرکشی فرماتے ہیں: زید کی اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو زید کے طبقہ میں تھے اور جنھوں نے قرآن نہیں جمع کیا تھا۔[1] لیکن اس توجیہ کی کوئی سند نہیں ہے۔

خزیمہ کے قصہ کی تصحیح کرتے ہوئے کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ: صحابہ نے ان آیات کو صرف خزیمہ ہی کے پاس "لکھا ہوا" پایا تھا برخلاف دوسری آیتوں کے۔ لیکن یہ بات قابل قبول نہیں ہے اس لئے کہ "لکھے ہوئے ہونے" کی قید کسی روایت میں نہیں ملتی اور بغیر دلیل کے اس کو قبول کرنا ممکن نہیں ہے۔[2]

لہٰذا ہم حسب ذیل وجوہات کی بنا پر جمع قرآن کے سلسلہ میں ان تمام روایات کو رد کرتے ہیں:

الف۔ اس قسم کی روایتوں میں بہت زیادہ تناقض پایا جاتا ہے جن کا جمع کرنا ممکن نہیں۔ روایتوں سے یہ نہیں پتہ چلتا کہ قرآن جمع کرنے والے ابوبکر تھے یا عمر؟ حذیفہ تھے یا ان کے علاوہ کوئی اور تھا جیسا کہ ابن سیرین وغیرہ نے کہا ہے۔

ب: جمع قرآن کا سبب جنگ یمامہ میں قراء کا قتل ہو جانا بتایا جاتا ہے لیکن اس قول کو قبول کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے کہ سارے حفاظ اور کاتبان وحی مدینہ ہی میں موجود تھے جیسے علی ابن ابی طالب، ابی بن کعب، جن کے بارے میں پیغمبرؐ نے کہا تھا "اقرؤهم ابی بن کعب"[3]۔

---

[1] البرهان جلد ۱ صـ۲۳٦

[2] مناهل العرفان جلد ۱ صـ۲٦٦

[3] مستدرک الصحیحین جلد ۳ صـ۵۳۵، طبقات کبریٰ جلد ۲ صـ۳۴۹، اخبار اصفهان ج ۲ صـ۱۳۱

اسی طرح عبداللہ ابن مسعود جن کے بارے میں پیغمبر نے فرمایا تھا۔ "اقرؤوا لقراۃ ابن ام عبد[1]" مدینہ میں اس طرح کے افراد کی موجودگی کے باوجود قرآن کے ضائع ہوجانے کے سلسلہ میں ابوبکر و عمر کا خوف قابل تصور نہیں ہے۔

ج۔ ہم پہلے یہ ثابت کرچکے ہیں کہ قرآن عہد پیغمبر میں جمع ہوچکا تھا اور خلفاء کے زمانہ میں جمع قرآن کا قصہ کذب محض ہے یہ پیغمبر کی قدح ہے کہ آپ نے قرآن جمع کرنے کا اہتمام نہیں فرمایا تھا۔ دراں حالیکہ مسلمانوں کی آئندہ نسل کے لئے جمع و حفظ قرآن سے زیادہ کوئی بھی مسئلہ اہم نہیں تھا جب پیغمبر کے عہد میں قرآن جمع ہونا ثابت ہے تو اس قسم کی روایتوں کا قبول کرنا ممکن نہیں۔

د۔ تمام مسلمانوں کے نزدیک پورے قرآن کا کمی اور زیادتی سے پاک اور تواتر سے ثابت ہونا جب مسلم ہے تو اس قسم کی روایتوں کو ٹھکرا دینا واجب ہے جن کے ذریعہ قرآن احاد سے ثابت ہوتا ہے۔

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ جلد ۱۰ ص۵۲۰، ص۵۲۱

تحریف اور شیعہ روایات

شیعہ راویوں نے بھی بعض روایتیں نقل کی ہیں، ظاہراً جن سے کتاب خدا میں تحریف کی بو آتی ہے اور بعض لوگوں نے ان ہی روایتوں سے استدلال کیا ہے کہ شیعہ تحریف کے قائل ہیں۔ ہم ان روایتوں کے جواب میں ان سے چند باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں۔

۱ شیعہ کتابوں میں روایات کے پائے جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ روایتیں شیعوں کے نزدیک صحیح بھی ہوں۔ اسی طرح علماء اہل سنت کے نزدیک بھی ان کی کتابوں میں پائی جانیوالی تمام روایتیں صحیح نہیں ہیں اگرچہ علماء اہل سنت کا یہ بھی اعتقاد ہے کہ صحیحین اور صحاح کی دوسری کتابوں میں جو روایتیں ہیں وہ سب درست ہیں — جو کچھ کتابوں میں موجود ہے ان کی درستگی کا دعویٰ بھلا کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ علماء نے بہت سے اصولی اور فروعی مسئلوں میں متناقض روایتوں کا ذکر کیا ہے۔ اور اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کتاب کے مصنف نے اس بات کی تصریح کر دی ہے کہ اس نے صحیح روایتوں ہی کو ذکر کیا ہے پھر بھی مصنف کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی تمام روایات کی صحت کا حکم لگایا جا سکتا ہے۔

غرضکہ شیعہ تمام روایتوں کو صحیح نہیں سمجھتے اسی لئے وہ اسنادِ احادیث بیان کرتے ہیں تاکہ غور کرنے والا رجال وغیرہ میں غور و فکر کرنے کے بعد صحیح اور ضعیف روایات کی تحقیق کر لے یہ بات "کافی" اور غیر کافی ہر کتاب کے لئے ہے۔

اب رہی تفسیر قمی کی بات جس میں اس طرح کی بعض روایتیں موجود ہیں تو اس سلسلہ میں ہمیں اتنا

کہتا ہے کہ ابھی جو باتیں ہم نے اوپر بیان کی ہیں وہی باتیں اس کتاب کو بھی شامل ہیں — اس کے علاوہ یہ بھی عرض کرتا ہے کہ تفسیر قمی میں ایک دوسری تفسیر جس کا نام "تفسیر ابی الجارود" ہے، مخلوط ہوگئی ہے اس بات کو آقائے بزرگ تہرانی[1] نے ثابت کیا ہے۔

تفسیر ابی الجارود کی ایک خرابی تو یہ ہے کہ اس کی سند میں کثیر بن عیاش ہے۔ جو ضعیف راوی ہے[2] اس کے علاوہ اس کا سلسلہ ابو الجارود تک جاتا ہے جو اہل بیت کے راستہ سے منحرف ہے ابن ندیم کے قول کے مطابق امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس پر لعنت کی ہے ابن ندیم نے ابو الجارود اور ایک جماعت کے بارے میں کہا ہے کہ یہ سب جھوٹے تھے۔ اور اہلبیت کرام علیہم السلام سے ایسی روایتیں وارد ہوئی ہیں جن سے ابن ابی الجارود کی جرح اور عدم قبولیت کا پتہ چلتا ہے۔

اب رہی آیت اللہ خوئی کی توثیق کہ انھوں نے ابو جارود کو موثق قرار دیا ہے کیونکہ کامل الزیارات کی سندوں میں وہ موجود ہے اور محمد ابن قولویہ نے کامل الزیارات کے تمام راویوں کی توثیق کی ہے تو یہ درست نہیں ہے کیونکہ جرح (گواہی فسق) توثیق پر مقدم مانی جاتی ہے۔ اور ابن ابی الجارود کی مذمت میں جو روایتیں وارد ہوئی ہیں وہ ابن قولویہ کی توثیق پر مقدم ہیں۔ اس کے علاوہ خود کامل الزیارات کے تمام راویوں کی وثاقت مسلم نہیں ہے اور ابن قولویہ کے کلام سے بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ کامل الزیارات کے تمام راوی موثق ہیں۔ مامقانی نے ابن ابی الجارود کی جرح (مذمت) میں روایات نقل کرنے کے بعد کہا ہے:

"یہ وہ شخص ہے جس کی کسی نے توثیق نہیں کی ہے بلکہ شدید مذمت کی گئی ہے اور "وجیزہ" وغیرہ میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے[3]

بعض ثقات نے اس سے جو روایت نقل کیا ہے یہ اس کی توثیق کا سبب نہیں ہے جیسا کہ آیت اللہ خوئی نے ابی الجارود کے بارے میں فرمایا ہے[4]۔

---

1. الذریعۃ الی تصانیف الشیعہ جلد ۴ ص ۳۰۳ – ۳۰۴
2. (مجمع الرجال) جلد ۳ ص ۴۳ و ۴۷ (قاموس الرجال) ج ۴ ص ۲۲۸ و ۲۳۰ (جامع الرواۃ) جلد ۱ ص ۲۳۹
3. تنقیح المقال جلد ۱ ص ۴۶
4. معجم رجال الحدیث جلد ۷ ص ۳۲۵

کتاب کافی، جس کو متقی و پرہیزگار عالم کلینیؒ نے بیس سال کی مدت میں تالیف کیا ہے۔ ہم اس کی تمام روایتوں کی صحت کے قائل نہیں ہیں اس لئے کہ اس میں کچھ روایتیں ایسی ہیں جو سند کے اعتبار سے ضعیف یا مرسل ہیں اور کچھ روایتیں ایسی ہیں جو کتاب خدا سے مطابقت نہیں کرتیں، ان میں متن روایت کے اعتبار سے بھی شبہ کیا جاسکتا ہے۔ لہٰذا اگر تحریف کے سلسلہ میں کوئی روایت کافی میں پائی جاتی ہے تو وہ بھی ایسی ہی ہے۔ کافی کی حیثیت شیعوں کی نظر میں وہ نہیں ہے جو اہل سنت کی نظر میں بخاری، مسلم اور دوسرے سنن کی ہے۔ اہل سنت ان کتابوں کی تمام روایتوں کو صحیح مانتے ہیں چاہے وہ کتاب خدا کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن ہم شیعہ ایسی روایتوں کو صحیح نہیں مانتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ السنة قاضية على الكتاب[1] سنت کو کتاب پر پیش کرنا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں علامہ مجلسی کی مرآة العقول دیکھی جاسکتی ہے اس میں یہ مل جائیگا کہ علامہ مجلسی نے صرف سند کے اعتبار سے روایتوں کے بارے میں کیا حکم لگایا ہے۔ وہ روایات کے ایک ذخیرہ کو ضعیف یا مرسل وغیرہ قرار دیتے ہیں۔

سید ہاشم معروف الحسینی فرماتے ہیں، متقدمین کا تمام روایات کے معتبر ہونے پر اتفاق نہیں ہے[2] — آپ فرماتے ہیں کہ کافی کی حدیثیں جو سولہ ہزار ایک سو ننانوے (۱۶۱۹۹) کے قریب ہیں۔ ان میں سے تقریباً پانچ ہزار بہتر (۵۰۷۲) حدیثیں صحیح، ایک سو چوالیس (۱۴۴) حسن، ایک ہزار ایک سو اٹھائیس (۱۱۲۸) موثق، تین سو دو (۳۰۲) قوی اور نو ہزار چار سو اسی (۹۴۸۰) حدیثیں ضعیف ہیں[3]۔ یہ جائزہ صرف سند کے اعتبار سے لیا گیا ہے۔

تحریف سے متعلق اکثر روایتیں ضعیف ہیں ان کی سند ضعفاء[4] اور ان لوگوں تک پہونچتی ہے جن پر غلو کرنے اور فاسد المذھب ہونے کا الزام ہے۔

---

[1] (تاویل مختلف الحدیث) ص ۱۹۹، (سنن الدارمی) جلد ۱ ص ۱۴۵، (مقالات الاسلامیین) جلد ۱ ص ۳۲۴ و ۲۵، (دلائل النبوة) جلد ۱ ص ۲۶، (عون المعبود) جلد ۴ ص ۳۲۹

[2] دراسات فی الحدیث والمحدثین ص ۱۳۲، ۱۳۴ [3] دراسات فی الحدیث والمحدثین ص ۱۳۷ عن روضات الجنات۔

[4] (مجمع البیان) جلد ۱ ص ۱۵ (اوائل المقالات) برحاشیہ ص ۱۹۵ (بحار الانوار) جلد ۸۹ ص ۷۵

تحریف کی روایتوں کے ایک بڑے حصہ کا سلسلہ احمد بن محمد سیاری تک پہونچتا ہے۔ شیخ مرزا محمدی بروجردی فرماتے ہیں "میں نے تحریف والی روایتوں کو شمار کیا تو ان میں سے ۱۸۸ روایتوں کا سلسلہ سیاری تک پہونچتا ہے"۔ لیکن میں نے جو شمار کیا تو ایسی تین سو سے زیادہ حدیثیں ہیں جو سیاری سے مروی ہیں۔ سیاری کے بارے میں نجاشی نے اپنی رجال میں کہا ہے "ضعیف الحدیث" فاسد المذھب و ...." وہ ضعیف الحدیث اور فاسد المذہب ہے اور نجاشی نے ایسی عبارت تحریر کی ہے جس سے اس پر غلو[1] کا الزام سمجھ میں آتا ہے۔ شیخ طوسی نے استبصار میں اس سے روایت نقل کرنے کے بعد اسے ضعیف قرار دیا ہے[2]۔

ابن غضائری نے سیاری کے بارے میں لکھا ہے: اس کی کنیت ابوعبداللہ ہے، سیاری کے نام سے مشہور ہے یہ غالی، ضعیف، حریص، اور منحرف ہے[3]۔ صاحب معجم رجال الحدیث فرماتے ہیں: سیاری ضعیف الحدیث، فاسد المذہب . . . . . اور مرسل روایتیں بہت نقل کرتا ہے[4]۔

تحریف کی روایت نقل کرنے والوں میں سے ایک راوی یونس ابن ظبیان ہے جس کے بارے میں نجاشی نے کہا: یہ بہت ہی ضعیف ہے، اس کی روایتوں کی طرف التفات نہیں کرنا چاہئے اس کی ساری کتابیں مخلوط ہیں ـــــ اور ابن غضائری نے کہا ہے کہ، ابن ظبیان کوفہ کا رہنے والا ہے یہ غالی، کذاب اور وضاع حدیث ہے[5]۔

انہیں راویوں میں سے ایک راوی منخل ابن جمیل کوفی ہے علماء رجال نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ وہ "ضعیف اور فاسد الروایہ ہے" اور یہ بھی کہا ہے کہ وہ غالیوں اور منحرف لوگوں میں سے ہے[6]۔

---

[1] رجال نجاشی ص۵۸

[2] (قاموس الرجال) جلد ۱ ص۴۰۳ و ۴۰۴، معجم رجال الحدیث جلد ۲ ص۲۹۰

[3] قاموس الرجال جلد ۱ ص۴۰۳

[4] معجم رجال الحدیث جلد ۲ ص۲۹۰

[5] رجال النجاشی ص۳۲۸۔ (خلاصۃ الرجال) علامہ حلی ص۲۶۶۔ اختیار معرفۃ الرجال ص۳۱۸ ملحقات

[6] دراسات فی الحدیث والمحدثین ص۱۹۸

محمد ابن حسن ابن جمہور بھی تحریف کی روایت نقل کرنے والے راویوں میں سے ایک راوی ہے اس کے بارے میں علامہ حلّی فرماتے ہیں : یہ ضعیف الحدیث ، غالی اور فاسد الروایہ ہے اس کی باتوں پر نہ تو توجہ دینی چاہئے اور نہ اس کی روایتوں پر اعتماد کرنا چاہیئے[1] ـــــ نجاشی نے بھی اس کے بارے میں کہا ہے کہ یہ ضعیف الحدیث اور فاسد المذہب ہے[2]۔

اسی بنا پر بہت سے فقہاء شیعہ نے ایسی روایتوں کو ضعیف قرار دیا ہے ، علامہ سید محمد شہشہانی روایات تحریف کے بارے میں فرماتے ہیں : یہ حدیثیں وہ ہیں جن کی سندوں کا اعتبار نہیں ہے حتیٰ کہ ان روایتوں سے استدلال کرنے والوں میں سے کسی ایک نے بھی ان روایتوں کو صحیح نہیں قرار دیا ہے ۔ یہ روایتیں ہمارے بزرگ علماء کے درمیان متروک ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ روایتیں قوی ترین حجت ، کتاب خدا سے معارض ہیں بلکہ سنّت ، اجماع اور عقل سے بھی معارض ہیں ۔[3]

فقیہ اہل بیت علامہ بروجردی نے فرمایا ہے[4] :

بعض روایتیں مخالف قطع و بداہت اور مخالف مصلحت نبوت ہیں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مجھے ان افراد پر بے حد تعجب ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ تیرہ سو سال سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد حدیثیں تو زبانوں پر اور کتابوں میں محفوظ ہیں اگر ان میں کوئی کمی ہوئی ہوتی تو ظاہر ہو جاتی ، لیکن اس بات کا احتمال رکھتے ہیں کہ قرآن مجید میں کمی واقع ہو گئی ہے ۔

بہرحال یہ راوی جن سے تحریف کی روایتیں نقل ہوئی ہیں علماء رجال کے نزدیک مقبول نہیں ہیں بلکہ وہ غالی وغیرہ ہیں ـــــ اب رہا بعض اخباریین کا ان سے روایت کو بیان کرنا تو یہ دقت نظر نہ کرنے اور عدم تامل کا نتیجہ ہے اسی بنا پر بعض روایتوں کے مطابق جو ضعفاء سے منقول ہیں بعض لوگوں میں یہ عقیدہ راسخ ہو گیا کہ قرآن میں کمی واقع ہو گئی ہے لیکن ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جیسا کہ شیخ ابوزھرہ فرماتے ہیں : اس مسئلہ میں بہت سے علماء امامیہ نے مخالفت

---

[1] خلاصۃ الرجال ص ۲۵۱

[2] رجال النجاشی ص ۲۳۸

[3] حاشیہ کتاب انوار نعمانیہ جلد ۲ ص ۳۶۲ ، ۳ ۶۴ منقول از انوار الریاض للشہشہانی ۔

[4] ح الخطیب فی خطوط العریضہ ص ۴۹

کی ہے جس کے رأس و رئیس سید مرتضیٰ اور شیخ طوسی ہیں۔"[1]

۲ تحریف کے سلسلہ کی روایتوں میں کچھ روایتیں وہ ہیں جن کی بازگشت اختلاف قرائت کی طرف ہوتی ہے۔ اس طرح کی بعض روایتیں کتب شیعہ میں اور اس سے زیادہ روایتیں اہلسنت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ شیعہ کتابوں میں جو روایتیں نقل ہوئی ہیں ان میں سے اکثر اہل بیت علیہم السلام کی طرف منسوب ہیں خاص کر مصحف علی بن ابی طالب علیہ السلام کی طرف جس طرح کتب اہل سنت میں پائی جانیوالی اختلاف قرائت کی روایتیں ابن مسعود یا ابیؑ وغیرہ کی طرف منسوب ہیں۔

تحریف کی روایتوں میں جو آیتیں بیان ہوئی ہیں وہ متواتر اور مشہور کے خلاف ہیں یہ روایتیں احاد ہیں جن کے ذریعہ قرآن نہیں ثابت ہو سکتا اور متواتر کی موجودگی میں احاد پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ ائمہؑ نے بھی اپنے پیرؤوں کو اسی طرح قرآن پڑھنے کا حکم دیا ہے جس طرح لوگ پڑھتے ہیں۔[2]

ڈاکٹر عبد الصبور شاہین فرماتے ہیں:

قرائت کی قسموں کے سلسلہ میں ہمارے موجودہ قرآن کے اعتبار سے جو کمی اور زیادتی کی روایت ہے وہ شاذ ہے جس کے ذریعہ قرآن ثابت نہیں ہو سکتا یا وہ مدرج ہے۔[3] جو نص میں تفسیر یا بیان کے اعتبار سے بغیر سوچے سمجھے آگیا ہے۔ وہ قرآن نہیں ہے۔[4]

بنا بر ایں، ان شاذ قرائتوں کا قرآن میں استعمال ممکن اور درست نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ احاد ہیں۔ اس کے علاوہ اس بات کا بھی امکان ہے کہ یہ قرائتیں اصل آیت کی تفسیر یا بیان ہوں جیسا کہ ڈاکٹر عبد الصبور شاہین نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے ـــــ اور اس کی تائید وہ بات بھی کرتی ہے جو ابو حیان نے قرائت ابن مسعود کے تعلیقہ میں کہی ہے انہوں نے "فازلھما الشیطان عنہا" کے تعلیقہ میں "فوسوس لھما الشیطان عنھا" لکھا ہے اور ظاہر ہے کہ

---

[1] الامام زید ابن علی ص۳۵۰، ۳۵۱

[2] الکافی جلد ۲ ص۶۱۹

[3] متن حدیث میں اگر راوی اپنا یا غیر کا کلام ملا دے تو ایسی حدیث کو حدیث مدرج کہتے ہیں۔

[4] تاریخ القرآن ص۸۱

یہ قرائت مجمع علیہ مصحف کے خلاف ہے لہٰذا اسکو تفسیری نوٹ قرار دینا بہتر ہے[1]۔ یہی حال ان بعض روایتوں کا بھی ہے جو امامیہ نے نقل کی ہیں۔ کتب اہل سنت میں بھی اختلاف قرائت پایا جاتا ہے جیسا کہ اختلاف "قرائت و مصاحف" کے موضوع پر دسیوں کتابیں تالیف کی گئی ہیں۔ اختلاف مصاحف کے سلسلہ میں آپ اگر ابن داؤد سجستانی کی کتاب یا تفسیر زمخشری اور تفسیر طبری ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو حیرت ہوگی۔ اس کے علاوہ اختلاف مصاحف کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابیں بھی پڑھی جاسکتی ہیں[2]۔ ان کے حوالے حاشیہ میں درج کئے جا رہے ہیں۔

اس طرح کے اختلافات تفسیری نوٹ کی بنا پر ہیں خاص کر ان لوگوں کے اختلافات جو آیت کی توضیح[3] کے لئے کلمات میں تبدیلی کے قائل تھے۔ اگرچہ امتداد زمانہ کی بنا پر اس قول سے تحریف کی جھلک آنے لگی۔

اہلسنت کی وہ روایتیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن سات[4] حرفوں پر نازل ہوا ہے۔ اور پھر ان روایتوں کو اس بات پر حمل کرنا کہ قرآن کو مختلف قرائتوں میں پڑھنا جائز ہے۔ تو یہ بات عقل و نقل دونوں اعتبار سے قبول کرنے کے لائق نہیں ہے۔ اسلئے کہ یہ روایت اس روایت کے معارض ہے جس میں قرآن کا تین حرفوں پر نازل ہونا بیان کیا گیا[5] ہے۔

---

[1] البحر، جلد ۱ ص ۱۵۹ منقول از "تاریخ القرآن ص ۹۶

[2] (سنن ابی داؤد) جلد ۲ ص ۳۱ سے ص ۳۸ تک۔ (مصنف ابن ابی شیبہ) جلد ۲ ص ۵۰۴۔ مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۱۵۴، ص ۱۵۵، ص ۱۵۶۔ (سنن الدارقطنی) جلد ۲ ص ۱۹۲ (المصنف) لعبد الرزاق جلد ۷ ص ۳۱۲ و جلد ۷ ص ۲۲۲ و جلد ۳ ص ۲۰۷ و جلد ۸ ص ۳۰۵، ۵۱۴، ۵۶۰ و جلد ۵ ص ۷۵ و جلد ۱ ص ۵۷۸، ص ۵۷۹ تاریخ بغداد جلد ۲ ص ۱۸۹ و جلد ۱ ص ۳۷۳، ص ۳۷۲ (حیاۃ الصحابہ) جلد ۳ ص ۵۰۶۔ (کنز العمال) جلد ۲ ص ۱۳۷۔ (طبقات کبری) جلد ۳ ص ۳۷۱۔ (التراتیب) الاداریۃ جلد ۲ ص ۱۶۳۔ (تاریخ بغداد) جلد ۱ ص ۳۰۳۔ (المجروحین) جلد ۲ ص ۲۶۹

[3] المصنف جلد ۱۱ ص ۲۱۹ [4] (صحیح مسلم) جلد ۲ ص ۲۰۲، ص ۲۰۳، صحیح بخاری جلد ۶ ص ۱۰۰، ص ۱۱۱ و جلد ۳ ص ۹۰ (صحیح ترمذی) جلد ۱۱ ص ۶۰ و ۶۲۔ تفسیر طبری جلد ۱ ص ۹-۱۵۔ (تفسیر قرطبی) جلد ۱ ص ۴۳ [5] مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۰ ص ۵۱۷

اوراسی طرح "سات حرفوں" والی روایت اس روایت سے بھی تناقض رکھتی ہے جو امامیہ نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے ۔۔۔ جب آپ سے فضل ابن یسار نے سات حرفوں پر نزول قرآن والی روایت کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا "کذبوا ۔ اعداء اللہ لکنہ نزل علی حرف واحد من عند الواحد[1] ۔ دشمنان خدا جھوٹ بولتے ہیں قرآن تو ایک خدا کی طرف سے ایک حرف پر نازل ہوا ہے ۔

جیسا کہ ابوجعفر علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا " ان القرآن واحد نزل من عند واحد، ولکن الاختلاف یجئ من قبل الرواۃ[2] " قرآن ایک ہے جو ایک خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے ۔ اختلاف تو راویوں کی طرف سے آجاتا ہے ۔

سات قرائتوں سے قرآن پڑھنے کی تفسیر کی نفی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو شیعوں سے مروی ہے اور وہ روایت یہ ہے کہ "سات حرفوں سے مراد حروف معانی ہیں یعنی، امر، زجر، ترغیب، ترہیب، جدل، مثل، قصص[3]

اہل سنت سے بھی اس سلسلہ میں ابن مسعود سے روایت منقول ہے ابن مسعود نے قرآن کے پانچ حرفوں پر نازل ہونے کے بارے میں فرمایا کہ وہ حلال [1]، حرام [2]، محکم [3]، متشابہ [4] اور امثال [5] ہیں[4]۔
اور حضرت علی علیہ السلام سے بھی روایت ہے ۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن چار حصوں میں نازل ہوا ہے ۱/۴ حلال ۱/۴ حرام ۱/۴ مواعظ و مثل اور ۱/۴ قصص و آثار ہے[5] اہل سنت کے یہاں ایسی روایتیں بہت ہیں ۔[6]

---

[1] الکافی کتاب فضل القرآن باب النوادر حدیث ۱۳

[2] الکافی کتاب فضل القرآن، باب النوادر حدیث ۱۲ اس طرح کی روایت شیعوں کے یہاں بہت ہیں ملاحظہ فرمائیں فصل الخطاب ص۲۱۳

[3] رسالۃ النعمانی فی صنوف آی القرآن ملاحظہ ہو۔ التمہید فی علوم القرآن جلد ۲ ص۹۴

[4] تفسیر طبری جلد ۱ ص۲۴ [5] مسند زید بن علی ص۲۸۵ [6] آلاء الرحمٰن ص۳۰، ۳۱ از المستدرک وابن جریر وابن المنذر وابن الانباری اور ملاحظہ ہو البصائر الذخائر ص۱۴۰ عن ابی عبیدہ، و مجمع الزوائد جلد ۷ ص۱۵۳

شیعوں میں سے جس نے قرآن کے سات حروف پر نازل ہونے کی روایت بیان کی ہے۔ یا تو وہ مجہول ہے یا غالی[1] اور اپنے دین کے سلسلہ میں مورد الزام ہے یا جواز اختلافِ قرائت کے علاوہ کچھ اور مراد ہے۔

کچھ روایتیں ایسی بھی ہیں جو اختلاف قرائت کا انکار کرتی ہیں جیسے وہ روایت جو احمد نے اپنی مسند میں زر بن جبیش سے اور انہوں نے ابن مسعود سے بیان کی ہے۔

ابن مسعود[2] بیان کرتے ہیں کہ مجھکو پیغمبرؐ نے سورۂ احقاف پڑھایا اس کے بعد میں مسجد میں پہونچا وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص اس قرائت کے خلاف پڑھ رہا ہے جو مجھ کو پیغمبرؐ نے پڑھایا تھا میں نے اس سے پوچھا کہ تجھکو اس طرح کس نے پڑھایا؟ اس نے جواب دیا — پیغمبرؐ نے — ابن مسعود کہتے ہیں کہ میں نے دوسرے شخص سے کہا کہ ذرا تم پڑھو، تو اس نے میری اور اس شخص دونوں کی قرائتوں کے خلاف پڑھا۔ میں ان دونوں کو لیکر پیغمبرؐ کی خدمت میں پہونچا اور میں نے حضرتؐ سے عرض کیا کہ یہ دونوں ہماری قرائت کے خلاف پڑھ رہے ہیں (یہ سن کر) پیغمبرؐ غضبناک ہوئے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم سے پہلے والوں کو اختلاف ہی نے ہلاک کیا ہے۔

روایت اس بات کو صراحت سے بیان کر رہی ہے کہ پیغمبرؐ نے قرآت میں اختلاف سے منع فرمایا اور آپ غضبناک ہوئے اور روایت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اختلاف قرآت پیغمبرؐ کی طرف سے نہ تھا بلکہ پیغمبرؐ تاکیداً یہ بیان فرما رہے تھے کہ سابقہ قوموں کو اسی اختلاف نے ہلاک کر دیا امت اسلامی میں اختلاف نہیں ہونا چاہیئے۔

وہ اختلاف جو پیغمبرؐ کے زمانہ میں بعض اصحاب کی طرف سے ان کے لہجہ کے اختلاف کی بنا پر تھا اس لئے کہ پیغمبرؐ کے قبیلہ سے انکا قبیلہ الگ تھا — یا وہ اختلاف جو پیغمبرؐ کے بعد پایا گیا خاص کر اس وقت جب اصحاب مختلف علاقوں میں منتشر ہو گئے اور انہوں نے لوگوں کے سامنے قرآن کے بعض حصوں کو خاص قرائت کے ساتھ پڑھا — یہی وہ اختلافات تھے جس سے بعض اصحاب

---

[1] دیکھئے البیان

[2] مسند احمد جلد ۱ ص ۴۱۹ و ص ۴۲۱

خائف ہوئے اور انہوں نے عثمان سے کہا کہ وہ اس ایک قرات پر قرآن پڑھنے کے لئے لوگوں کو جمع کریں جو قرائت پیغمبر سے متواتر چلی آرہی ہے اس کا ثبوت مندرجہ ذیل روایتوں میں ملتا ہے جو عثمان کے قرآن جمع کرنے کے سلسلہ میں بیان کی جاتی ہیں ۔

انس ابن مالک سے مروی ہے کہ حذیفہ ابن یمان جب اہل شام اور اہل عراق کی معیت میں ارمینیہ اور آذربائیجان کی فتوحات حاصل کر رہے تھے تو عثمان کے پاس آئے کیونکہ انہیں شامیوں اور عراقیوں کی قرائت میں اختلاف نے تڑپا دیا تھا چنانچہ حذیفہ نے کہا کہ اے امیرالمؤمنین یہود و نصاریٰ کی طرح کتاب الٰہی میں اختلاف کرنے سے پہلے اس امت کی دستگیری فرمائیے ..... اس کے بعد عثمان نے قرآن جمع کرنے کا حکم دیا[1]

حذیفہ نے فرمایا کہ جب میں ارمینیہ کی فتح کے موقع پر تھا تو اس وقت اہل شام اور اہل عراق بھی وہاں موجود تھے ۔ جب اہل شام ابی بن کعب کی قرائت کے مطابق اس طرح سے پڑھتے تھے کہ اہل عراق نے سنا ہی نہیں تھا تو اہل عراق انکی تکفیر کرتے تھے ، اور جب اہل عراق ابن مسعود کی قرائت کے مطابق اس طرح قرآن پڑھتے تھے جس کو اہل شام نے نہیں سنا تھا تو اہل شام اہل عراق کی تکفیر کرتے تھے ۔ زید کہتے ہیں کہ اس وقت عثمان نے ہم کو قرآن جمع کرنے کا حکم دیا[2]

جب اختلاف قرائت اس طرح ہو کہ وہ قول تحریف کی طرف منتہی ہوتا ہو جیسا کہ یہودیوں کے سلسلہ میں ایسا ہو بھی چکا ہے تو پھر کیا یہ بات عقلاً درست ہے کہ پیغمبر اس کی اجازت دیدیتے ـــــ اور پھر طبری کا یہ کہنا کہ پیغمبر کا سات حرفوں پر قرآن پڑھنے کا حکم دینا رعایت اور سہولت کے پیش نظر تھا[3]

(جس پر عثمان نے عمل نہیں کیا بلکہ انہوں نے ایک قرائت پر لوگوں کو قرآن پڑھنے پر آمادہ کیا) ـــــ تو طبری کے مذکورہ فقرہ کا کیا مطلب ہو سکتا ہے ۔

---

[1] صحیح بخاری کتاب التفسیر باب جمع القرآن جلد ۶ ص ۲۲۶ و تفسیر طبری جلد ۱ ص ۲۳
[2] تفسیر طبری جلد ۱ ص ۲۱
[3] تفسیر طبری جلد ۱ ص ۲۱

لہٰذا حدیث کے یہ معنی نہیں ہوسکتے کہ چونکہ لوگوں کا لہجہ، تعلیمی معیار اور زبانیں مختلف تھیں، چونکہ سب لوگ ایک سطح کے نہیں تھے اس لئے اگر معنی تبدیل نہ ہوتے ہوں تو سات قرائتوں پر قرآن پڑھا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ڈاکٹر عبدالصبور بیان فرماتے ہیں اس لئے کہ ایسا کہنا عین تحریف کا قول ہے جس سے پیغمبر غضبناک ہوئے، حذیفہ کو خدشہ ہوا اور عثمان نے اس قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا تاکہ یہ قرآن اختلاف سے محفوظ رہ جائے اور امیر المومنین نے بھی یہ کہہ کے تائید کی کہ " لو ولیت لفعلت مثل الذی فعل[1] "، اگر میں حاکم ہوگیا تو میں بھی لوگوں کو ایک قرائت پر جمع کردونگا۔

۳۔ تحریف کے سلسلہ کی کچھ روایتیں ایسی ہیں جن میں بعض ان آیات کا تذکرہ ہے جو متواتر کے خلاف ہیں اور وہ شان نزول کی طرف اشارہ کرتی ہیں ان روایتوں میں بعض کلمات کا اضافہ آیت کی وضاحت کے لئے ہے۔ آیت کی وضاحت کے لئے یہ اضافہ یا تو پیغمبر کی طرف سے ہے جس کو بعض اصحاب نے اپنے مصحف میں بڑھا لیا تھا یا صحابہ کی طرف سے ہے۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: "لقد جئتھم بالکتاب مشتملا علی التنزیل و التاویل[2] "، میں نے وہ کتاب پیش کی جو تنزیل اور تاویل پر مشتمل تھی ــــ امامؑ نے اپنے مصحف میں شان نزول کا ذکر فرمایا تھا اس لئے ابن سیرین نے اس مصحف کو تلاش کیا تاکہ یہ مطالب ان کو مل جائیں لیکن ابن سیرین کو وہ مصحف نہ مل سکا۔

لہٰذا وہ روایتیں جن میں بعض آیتوں کے درمیان علیؑ کے نام کا تذکرہ ملتا ہے (اگرچہ ان کی سندوں میں خدشہ کا امکان ہے) ممکن ہے اسی طرح کی ہوں ــــ اور اس پر وہ روایتیں بھی دلالت کرتی ہیں جو قرآن میں اسم علیؑ ہونے کی نفی کرتی ہیں۔ مثلاً:

ابو بصیر بیان فرماتے ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ اور اہل بیت کا نام قرآن میں کیوں نہیں آیا؟ تو امامؑ نے فرمایا: قولوا لھم ان رسول اللّٰہ نزلت علیہ الصلوٰۃ ولم یسمّ اللّٰہ ثلاثا وار بعا حتی کان رسول اللّٰہ ھو الذی فسر لھم ذلک ان سے کہو کہ پیغمبر پر نماز نازل ہوئی لیکن تین اور چار کا

[1] البرھان فی علوم القرآن جلد ۱ ص۲۲۰، و مناھل العرفان جلد ۱ ص۲۵۵، تاریخ القرآن للزنجانی ص۴۵ و سعد السعود ص۲۷۸، المصاحف ص۱۲، ارشاد الساری جلد ۷ ص۴۴۸ [2] آلآء الرحمن ص۲۵۷

تذکرہ قرآن میں نہیں آیا چنانچہ اس کی تفسیر پیغمبرؐ نے فرمائی۔[1]

اس روایت سے صریحی طور پر پتہ چلتا ہے کہ علی کا نام قرآن میں نہ تھا۔ لہٰذا جن روایتوں میں علیؑ کا نام موجود ہے ان روایتوں کو شرح و تفسیر پر محمول کیا جائیگا۔

جیسا کہ امام جعفر صادق علیہ السلامؑ آیۂ "بلّغ" کو بہت پڑھا کرتے تھے لیکن اس میں آپ نے علی کے نام کو کبھی نہیں پڑھا اور نہ ان کے نام کا اضافہ فرمایا۔[2] حالانکہ اہل سنت حضرات کی روایتوں میں آیہ بلغ، علی کے نام کے ساتھ موجود ہے۔[3]

اس سلسلہ کی دوسری روایت[4] ملاحظہ فرمائیں۔ عن ابی الحسن الماضی قال: قلت ھٰذا الذی کنتم بہ تکذبون فقال الامامؑ یعنی امیرالمؤمنین، قلت تنزیل قال، نعم[4] —— راوی کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ یہ آیہ "ھٰذا الذی کنتم بہ تکذبون" امامؑ نے فرمایا کہ اس سے مراد امیرالمؤمنینؑ ہیں تو راوی نے پوچھا کہ کیا یہ تنزیل ہے تو آپ نے فرمایا کہ "ہاں"

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ امیرالمؤمنین کا نام قرآن کا جزو نہیں ہے بلکہ یہ وہ تنزیل ہے جو خدا کی طرف سے آیت کے مفہوم کی تفسیر کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اسی طرح کی وہ روایتیں بھی ہیں جو شیعوں اور اہل سنت حضرات سے آیہ "حافظوا علی الصلوات والصلوٰۃ الوسطیٰ" کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں اس روایت میں "صلوٰۃ العصر"[5] کا اضافہ ہے ایسی روایتیں دونوں ہی فرقوں کے یہاں تقریباً برابر سے نقل ہوئی ہیں۔

یہ بات بڑی واضح ہے کہ مصحف میں "صلاۃ العصر" کا اضافہ جزو آیت کی حیثیت سے نہ تھا بلکہ مذکورہ کلمہ کی تفسیر کے طور پر "صلوٰۃ العصر" کا اضافہ تھا اسی لئے جن لوگوں نے ابن مسعو

---

[1] اصول الکافی، کتاب الحجۃ باب نص اللہ و رسولہ علی الائمہ

[2] اسی طرح کی روایتیں کافی اور آلاء الرحیم فی الرد علی تحریف القرآن ص۱۷ مطبوعہ ۱۳۸۱ میں ملاحظہ فرمائیں

[3] الدر المنثور جلد ۲ ص۲۹۸

[4] اصول کافی کتاب الحجۃ باب النکت من التنزیل فی الولایہ

[5] تفسیر القمی جلد ۱ ص۷۹، مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص۵۰۴ و الاتقان ابن ابی شیبہ جلد ۲ ص۵۰۶، مجمع الزوائد جلد ۷ ص۱۵۴

کی طرف معوذتین کو ان کے مصحف سے حذف کرنے کی نسبت دی ہے۔ اور ابی ابن کعب کے مصحف میں سورۃ حفد اور سورہ خلع کے اضافہ کی نسبت دی ہے قاضی نے ان کی رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ ان لوگوں نے اپنے مصحف میں بعض تاویلات اور دعا کو درج کیا ہو قاضی فرماتے ہیں: قد ثبت فی مصحفه ما لیس بقرآن من دعاء او تاویل[1] انہوں نے اپنے مصحف میں دعا اور تاویل کو درج کیا تھا جو قرآن نہیں ہے۔

باقلانی نے بھی اس کے جواب میں کہا ہے: جو قنوت ابی ابن کعب نے اپنے مصحف میں درج کیا ہے اس کے قرآن ہونے کے بارے میں دلیل قائم نہیں ہے بلکہ وہ ایک قسم کی دعا تھی اگر وہ قرآن ہوتا تو ہم تک نقل ہو کر پہنچتا اور ہم کو اس کے صحیح ہونے کا علم حاصل ہوتا[2]

ہم اس مقام پر یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل سنت اپنے بزرگوں کی نقل کردہ روایت کے بارے میں تو یہ سب توجیہیں کر لیتے ہیں جب بالکل اسی طرح کی روایت ہمارے ائمہ سے مروی ہو (اگر صحیح اور ثابت ہو) تو ان توجیہات کو ٹھکرا دیتے ــــ بعض افراد نے اس طرح کی بعض روایتوں کو نقل کرنے کے بعد اپنے زعم باطل میں یہ گمان کر لیا کہ شیعہ تحریف کے قائل ہیں۔

فیض کاشانی فرماتے ہیں: "یہ کہنا بھی بعید نہیں ہے کہ بعض محذوفات، تفسیر و بیان تھے، قرآن نہ تھے تو تبدیلی معنی کے اعتبار سے ہوئی یعنی انہوں نے اس کی تفسیر اور تاویل میں تحریف اور تبدیلی کر دی یعنی جو تفسیر تھی اس کے خلاف بیان کیا لہٰذا ائمہ نے اگر یہ فرمایا ہے کہ "کذا نزلت" (آیت اس طرح نازل ہوئی ہے) تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس لفظ کے اضافہ کے ساتھ نازل ہوئی تھی اور وہ لفظ حذف کر دیا گیا ہے۔"[3]

۴۔ کچھ روایتیں جن سے تحریف کی بو آتی ہے، وہ ہیں جن میں یہ تذکرہ آ گیا ہے کہ قرآن محرف ہے۔

---

[1] البرہان فی علوم القرآن جلد ۲ ص۱۲۸

[2] مناہل العرفان جلد ۱ ص۲۶۴

[3] تفسیر الصافی جلد ۱ ص۵۲

لیکن یہ روایتیں وہ ہیں جو تحریف معنوی کو بتاتی ہیں تحریف لفظی کو نہیں بیان کرتیں اور دوسری روایتوں کی صراحت، قرینہ ہے کہ تحریف معنوی مراد ہے۔

من علی بن ابراهیم عن ابیه عن ابن فضال عن ثعلبة بن میمون عن یزید بن الخلیل الاسدی نقل رسالة الامام ابی جعفر الی سعد الخیر جاء فیها : "..... وکان من نبذهم الکتاب ان اقاموا حروفه وحرفوا حدوده فهم یروونه ، ولا یرعونه والجهال یعجبهم حفظهم للروایة، والعلماء یحزنهم ترکهم للرعایة وکان من نبذهم الکتاب ان ولوه الذین لا یعلمون فأوردهم الهوی واصدرهم الی الردی وغیروا عری الدین ثم ورثوه فی السفه والصبا ۔

امام محمد باقر نے سعد الخیر کو لکھا کہ کتاب خدا کو ترک کردینے کی ایک صورت تو یہ ہے کہ انہوں نے حرفوں کو قائم رکھا لیکن اس کے حدود میں تحریف اور تبدیلی کردی (معنی بدل دیا) وہ قرآن کو تو نقل کرتے ہیں لیکن اس کی رعایت نہیں کرتے ۔ جاہل ان کی روایت کو دیکھ کر تعجب کرتے ہیں اور علماء معنی کی رعایت نہ کرنے سے رنجیدہ ہوتے ہیں۔

امام علیہ السلام نے اس بات کی تصریح کردی کہ لوگوں نے قرآن کے حروف کو تو باقی رکھا مگر اس کے حدود میں تبدیل کردی ہے اس بنا پر ان روایتوں کو جن میں تحریف کا ذکر آیا ہے تحریف معنوی پر حمل کیا جائیگا ۔ جیسے الروضہ کی روایت ۹۵ اور خصال صدوق کی ص۹۳ کی روایت ۔ صدوق نے ایسی روایتوں کو ذکر بھی فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انکا یہ عقیدہ بھی ہے کہ قرآن میں تحریف نہیں ہوئی ایسی صورت میں ان روایتوں سے تحریف معنوی ہی سمجھ میں آتی ہے تحریف لفظی نہیں ۔

جیسا کہ (خصال ص۸۳) بعض روایت میں لفظ التمزیق اور لفظ النبذ قرآن کے لئے استعمال ہوا ہے جو تحریف معنوی پر دلالت کرتا ہے۔

---

[1] روضۃ الکافی جلد ا ص۵۳ مطبوعہ اسلامیہ

بہر حال اگر ایسی روایتیں پائی جائیں جن کی تطبیق مذکورہ بالا چاروں توجیہات پر نہ ہو سکے تو ہم ان روایتوں کو قرآن پر پیش کریں گے۔ اور جب قرآن نے صراحت سے اس بات کو بیان کر دیا ہے کہ اس کا محافظ خدا ہے تو ہم ایسی روایتوں کو جو مخالف قرآن ہیں دیوار پر دے ماریں گے۔ اس لئے کہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو یہی حکم دیا ہے۔

اس مقام پر چند باتوں کی طرف متوجہ کر دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ کہ کسی بھی شیعہ کے لئے اس طرح کی (تحریف کی) روایتوں پر اعتماد کرنا ممکن نہیں ہے جو اعتراضات سے خالی نہیں ہیں اس لئے کہ یہ روایتیں مخالف قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ ان ائمہ کی سیرت کے بھی خلاف ہے جنھوں نے اسی قرآن سے استدلال کیا ہے اور لوگوں کو اسی قرآن کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا ہے۔ اگر اس قرآن میں پیغمبر کے بعد تحریف ہو گئی ہوتی تو حضرت علیؑ اپنے دور خلافت میں خاموش نہ رہتے اس لئے کہ علیؑ وہی ہیں جنھوں نے باغیوں اور مفسدوں سے یہاں تک جہاد کیا کہ آپ کی شہادت واقع ہو گئی۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ آپؑ لوگوں کے درمیان پیغمبر کی نماز اور سنت کو زندہ کرتے لیکن تحریف قرآن کے مسئلہ میں خاموش رہ جاتے جبکہ آپ مسند خلافت پر بھی تھے! اس صورت میں اس سے ضروری کون سا کام ہو سکتا تھا؟ لیکن اس کے باوجود آپؑ سے ایک روایت بھی تحریف قرآن کے سلسلہ میں نہیں نقل ہوئی ہے یہ بہت ہی واضح بات ہے یہاں اس سے زیادہ وضاحت کی ضرورت بھی نہیں۔

شیعہ اور تحریف

بزرگ شیعہ علماء کی کتابوں میں ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ شیعوں کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن تبدیلی اور کمی سے محفوظ ہے۔ شیعوں کی کتابوں میں پائی جانیوالی ایسی عبارتیں اس بات کا بیشتر ثبوت ہیں کہ موجودہ قرآن بعینہ وہی قرآن ہے جو خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اور قرآن میں کمی اور زیادتی کا عقیدہ شیعوں کا عقیدہ نہیں ہے۔ ہم یہاں زعماء شیعہ، اور بزرگ علماء شیعہ کے اقوال اور ان کی بعض کتابوں اور رسالوں کا ذکر کر رہے ہیں جو عدم تحریف کے سلسلہ میں لکھے گئے ہیں۔

۱۔ **فضل ابن شاذان** ـــ یہ تیسری صدی ہجری کے ایک شیعہ مصنف ہیں جس نے انکی کتاب " الایضاح " پڑھی ہے وہ بخوبی اس بات سے واقف ہوگا کہ مصنف، اہل سنت کے بعض فرقوں کو عقیدہ تحریف قرآن کا عامل بتاتے ہیں اور اس کتاب میں ان کا خطاب ان اہل سنت سے ہے جنھوں نے نقص قرآن کے سلسلہ میں روایتیں نقل کی ہیں۔ لیکن جن لوگوں نے فضل ابن شاذان کے ان روایتوں کے فقط نقل کر دینے کی بناپر یہ استنباط کر لیا ہے کہ وہ قائل تحریف تھے یہ ان کی بھول ہے ۔ وہ اپنی کتاب میں متعدد جگہ فرماتے ہیں " وممّا رویتم ..... " جو روایتیں آپ (اہل سنت) لوگوں نے بیان کی ہیں۔

۲۔ **ابوبکر محمد ابن عباس خوارزمی شیعی** (متوفی ۳۹۳ یا ۳۸۳) انہوں نے شیعیان نیشاپور کو اپنے ایک خط میں بنی امیہ اور بنی عباس کے علویین پر ڈھائے جانے والے مظالم کو بیان کرنے کے بعد لکھا :" یہ لوگ نہ تو احادیث پیغمبرؐ میں سے کسی حدیث کو دفن کر سکے اور نہ قرآن کی کسی آیت میں تحریف کر سکے[1]"

۳۔ **ابوجعفر محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ قمی** (صدوق علیہ الرحمہ) (متوفی ۳۸۱) فرماتے ہیں :

ہمارا عقیدہ ہے کہ جو قرآن اللہ کی طرف سے پیغمبرؐ پر نازل ہوا وہ وہی ہے جو دو دفتیوں میں لوگوں کے درمیان موجود ہے اس سے زیادہ نہیں ہے ..... اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اس سے زیادہ کے قائل ہیں وہ جھوٹے ہیں[2]۔

شیخ صدوق جو شیعوں کے ایک بہت بڑے عالم ہیں وہ احادیث اور تاریخ میں تبحر علمی رکھنے کے باوجود شیعوں کی طرف تحریف قرآن کے اعتقاد کی نسبت کے منکر ہیں ۔

۴۔ **سید مرتضیٰ علی بن الحسین موسوی علوی** (متوفی ۴۳۶ھ مسائل طرابلسیات کے جواب میں فرماتے ہیں ۔

---

[1] رسائل خوارزمی ص۱۱۱

[2] الاعتقادات للشیخ الصدوق۔

نقل قرآن کی صحت کا علم ویسے ہی ہے جیسے بڑے شہروں، مشہور کتابوں، اشعار عرب اور بڑے بڑے حادثات اور واقعات کا علم ـــ نقل قرآن اور حفاظت قرآن کے دواعی بہت ہیں اور جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس سے کہیں زیادہ ہیں . . . . . قرآن عہد پیغمبرؐ میں اسی طرح سے مدون اور جمع شدہ تھا جس طرح آج ہے یہاں تک کہ پیغمبرؐ نے صحابہ کی ایک جماعت کو اس کے حفظ کے لیے معین فرمایا وہ حضرات پیغمبرؐ کے سامنے اسے پیش کرتے اور آپ کے پاس آ کر اس کی تلاوت کرتے تھے۔ صحابہ کی ایک جماعت جیسے عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب وغیرہ نے پیغمبرؐ کے سامنے قرآن کو کئی بار ختم کیا ـــ ذرا غور کرنے کے بعد ان تمام باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن اس وقت جمع شدہ تھا ناقص اور اوراق پریشاں کی شکل میں نہ تھا . . . . . حشویہ اور امامیہ میں سے جن لوگوں نے اسکی مخالفت کی ہے ان کی مخالفت کی پروا نہیں کی جائیگی، تحریف قرآن کا قول اصحاب حدیث میں ایک جماعت کی طرف منسوب ہے جنہوں نے ضعیف حدیثیں نقل کر کے یہ خیال کیا ہے کہ وہ صحیح ہیں لیکن یہ اخبار ان یقینی اور غیر مشکوک باتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے جو ہمارے قول کی صحت کو بتاتی ہیں۔[1]

۵۔ **شیخ طائفہ، ابو جعفر محمد بن حسن طوسی** (متوفی ۴۶۱ھ) فرماتے ہیں: قرآن مجید کی کمی اور زیادتی کی بات مناسب نہیں ہے اس لئے کہ زیادتی کے بطلان پر تو اجماع ہے اور کمی کے متعلق بھی عام مسلمانوں سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ کمی نہیں ہوتی۔ اور شیعوں کا بھی صحیح مذہب یہی ہے جس کو سید مرتضیٰ نے تقویت دی ہے اور روایتوں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے ـ لیکن خاصہ اور عامہ دونوں سے بہت سی روایتیں قرآن میں بہت زیادہ کمی کے بارے میں مروی ہیں اور ایسی روایتیں بھی ہیں جو بتاتی ہیں کہ قرآن کی آیت اپنی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھدی گئی ہے۔ لیکن یہ سب روایتیں احاد ہیں جو مفید علم نہیں ہیں۔ لہٰذا انہیں چھوڑ دینا ہی بہتر ہے، اس لئے کہ انکی تاویل ممکن نہیں ہے اور اگر یہ روایتیں صحیح بھی ہوں تو موجودہ قرآن پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا اس لئے کہ موجودہ قرآن کی صحت معلوم ہے۔ کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا ہے اور نہ کسی نے اس کی صحت کو رد کیا ہے۔ اسی قرآن کی قرأت اور اس سے تمسک پر دلالت کرنے والی روایتیں اس کے بے نقص ہونے کو تقویت پہنچاتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ جو روایتیں قرآن کے مطابق ہیں انہیں پر بھروسہ کیا جائیگا اور

---

[1] مجمع البیان ج ۱، ص ۱۵

جو اس کے مخالف نہیں ان سے پرہیز کیا جائیگا - پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایسی روایت بھی وارد ہوئی ہے جس سے کسی نے انکار نہیں کیا ہے آپنے فرمایا: "انی مخلف فیکم الثقلین . . . . الخ" میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں جب تک تم ان دونوں سے متمسک رہو گے کبھی بھی گمراہ نہ ہوگے وہ دو چیزیں قرآن اور میری عترت ہیں یہ دونوں میرے پاس حوض کوثر پر پہنچیں گی - اس سے پتہ چلتا ہے کہ قرآن کا ہر زمانہ میں موجود ہونا ضروری ہے اس لئے کہ ایسی چیز سے تمسک کا حکم دینا درست نہیں ہے جس سے تمسک پر ہم قادر نہ ہوں جیساکہ اہلبیت علیہم السلام اور وہ جن کے قول کی پیروی ضروری ہے ہر زمانہ میں موجود ہیں - جب ہمارے درمیان اجتماعی طور پر صحیح قرآن موجود ہے تو ہم کو اس کی تفسیر اور اس کے معانی کے بیان میں معروف رہنا چاہئے اور اس کے علاوہ سارے باتوں سے کنارہ کشی اختیار کرنی چاہیئے۔[1]

۶- ابو علی طبرسی صاحب تفسیر مجمع البیان فرماتے ہیں ؛ قرآن کی کمی اور زیادتی کے بارے میں گفتگو - قرآن میں زیادتی کا ہونا تو بالاجماع باطل ہے اور کمی کے بارے میں شیعوں میں سے کچھ افراد اور سنیوں میں سے حشویہ نے کچھ روایتیں بیان کی ہیں قرآن میں کچھ تغیر، تبدیلی اور کمی ہوئی ہے ـــ ہمارے علماء میں صحیح مذہب اس کے برخلاف ہے اور وہ وہی ہے جس کو سید مرتضیٰ نے تقویت دی ہے۔[2]

۷- سید ابن طاؤس متوفی ۶۶۴ھ اپنی کتاب "سعد السعود" میں فرماتے ہیں: امامیہ عدم تحریف کے قائل ہیں[3]، اس کے بعد اہل سنت کا جواب لکھتے ہوئے فرماتے ہیں :-

مجھکو تعجب ہے ان پر جنھوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرآن پیغمبرؐ کی طرف سے محفوظ ہے اور پیغمبرؐ ہی نے قرآن کو جمع کیا ہے - اور پھر اختلاف اہل مکہ و مدینہ اور اختلاف اہل کوفہ و بصرہ کو اس مقام پر ذکر کرکے اس بات کو اختیار کیا ہے کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جزو سورہ نہیں ہے اور اس سے زیادہ تعجب کی بات ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر یہ سورہ کا جزو ہوتا تو سورہ کے پہلے افتتاح

---

[1] تفسیر صافی ج ۱ ص۵۵ - ماخوذ از شیخ طوسی [2] مجمع البیان ج ۱ ص۱۵ [3] سعد السعود ص۱۴۴، ۱۴۵ اور ۱۹۲، ۱۹۳

کے طور پر اس کا ذکر ہوتا۔ بڑے تعجب کی بات تو یہ ہے کہ جب قرآن کمی اور زیادتی سے محفوظ ہے جیسا کہ عقل و شرع کا تقاضا بھی ہے تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ سورہ سے پہلے وہ چیز ہو جو سورہ نہیں ہے۔ یہ کیوں کر درست ہو سکتا ہے[1]

۸۔ **ملا محسن فیض کاشانی** (متوفی سنہ ۱۰۹۱ھ) نے روایات تحریف قرآن کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے:-

ان تمام روایتوں پر جو اعتراض وارد ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ تحریف کو مان لینے کے بعد قرآن کے کسی حصّہ پر اعتماد باقی نہیں رہ جائیگا اس لئے کہ پھر ہر آیت کے بارے میں یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ یہ کہیں محرّف اور بدلی ہوئی نہ ہو۔ اللہ نے جو نازل کیا ہے اس کے خلاف نہ ہو۔ اس طرح ہمارے لئے قرآن میں کوئی حجّت باقی نہیں رہ جائے گی۔ لہٰذا قرآن اور اس کی پیروی اور اس سے تمسک کے بارے میں تاکید کا فائدہ باقی نہیں رہ جائیگا۔ اور جب قرآن میں خدا نے کہا ہے کہ "انه لکتاب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه یہ کتاب عزیز ہے اس میں باطل سامنے سے اور پیچھے سے نہیں آسکتا۔ یا انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون" اس ذکر کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں ــ تو پھر تحریف اور تبدیلی کا گزر کیسے ہو سکتا ہے!! اس کے علاوہ پیغمبرؐ اور ائمہ علیہم السلام سے بہت سی حدیثیں اس سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں کہ خبر کو قرآن پر پیش کرو تاکہ موافق کتاب ہونے کی صورت میں خبر کے صحیح ہونے کا اور مخالف ہونے کی صورت میں اس کے فاسد ہونے کا علم ہو سکے ــ اگر وہ قرآن جو ہمارے درمیان موجود ہے، محرف ہوتا تو اس قرآن پر حدیث کو پیش کرنے کا فائدہ ہی کیا تھا اس کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تحریف والی روایتیں کتاب خدا کی مخالف ہیں بلکہ وہ کتاب خدا کو جھٹلاتی ہیں لہٰذا ان کو رد کرنا اور ان کے فاسد ہونے کا حکم لگانا یا ان کی تاویل کرنا ضروری ہے[2]

---

[1] نفس للصدر ص۱۹۳

[2] تفسیر صافی ج ا ص۵۱

ملا محسن فیض اپنی دوسری کتابوں میں بھی عدم تحریف کو ثابت کرتے ہیں۔[1] چنانچہ صاحب البیان فرماتے ہیں:

"تحریف کی بعض روایتوں کو نقل کرنے کے بعد یہ فیض کا صریحی قول ہے اور آپ نے دیکھا کہ ملا فیض ایسی روایتوں کو مخالف کتاب قرار دیتے ہیں اور ایسی صورت میں ان روایتوں کے بطلان کو ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن بعض منحرف افراد جو زمین پر فساد پھیلانا چاہتے ہیں وہ ملا فیض کی طرف فقط اس وجہ سے تحریف کی نسبت دیتے ہیں کہ انہوں نے بعض روایتوں کو نقل کیا ہے مگر ان کے فیصلہ کا ذکر نہیں کرتے تاکہ لوگوں کا ذہن امامیہ فرقہ کے بارے میں تشویش میں مبتلا رہے ایسے افراد اپنی کتاب[2] میں اس بات کی تاکید فرماتے ہیں کہ ملا فیض تحریف کے قائل ہیں یہ کھلی ہوئی گمراہی پھیلانے کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔"[3]

۹۔ محمد بہاءالدین عاملی معروف بہ شیخ بہائی (متوفی ۱۰۳۰ھ) فرماتے ہیں:

"صحیح یہ ہے کہ قرآن عظیم تحریف سے محفوظ ہے چاہے وہ زیادتی کے اعتبار سے تحریف ہو یا کمی کے لحاظ سے۔ اس پر قرآن کریم کی آیت — انا لہ لحافظون — دلالت کرتی ہے اور لوگوں کے درمیان یہ جو مشہور ہے کہ بعض جگہوں سے امیر المومنین کا نام ساقط کر دیا گیا ہے جیسے: یا ایہا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک فی علی" وغیرہ تو یہ علماء کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔"[4]

۱۰۔ شیخ محمد ابن الحسین الحر العاملی صاحب کتاب "وسائل الشیعہ" (متوفی ۱۱۰۴ھ) اپنے اس رسالہ میں جو عدم تحریف کے سلسلہ میں انہوں نے فارسی میں لکھا ہے، فرماتے ہیں۔

"جس کو تاریخ اخبار اور آثار کا علم ہے وہ یقینی طور پر اس بات کو جانتا ہے کہ قرآن تواتر اور ہزاروں صحابہ کے نقل کرنے کی بنا پر ثابت ہے۔ اور یہ بھی جانتا ہے کہ قرآن عہد رسالتمآب میں جمع ہو گیا تھا۔"[5]

---

[1] الوافی جلد ۵ ص ۲۷۴ ۔ علم الیقین ص ۱۳۰

[2] الشیعہ والسنۃ احسان الٰہی ظہیر ص ۹۲، ۱۳۳، ۱۳۶

[3] البیان ص ۲۱۹

[4] تفسیر آلاء الرحمٰن ص ۲۶

[5] اظہار الحق ۔ رحمۃ اللہ ہندی جلد ۲ ص ۱۲۹ ۔ کتاب افسانۂ تحریف ص ۲۳۹ (فارسی)

حر عاملی جو علماء و محدثین شیعہ ہیں، ایک بڑے عالم گزرے ہیں۔ ان کا یہ بہت ہی واضح قول تھا جو نقل کیا گیا۔ یہ قول اس رسالہ میں موجود ہے جو انہوں نے عدم نقص قرآن کے موضوع پر لکھا ہے۔ لیکن بعض چھوٹے افراد ان کی طرف بھی یہ نسبت دے دیتے ہیں کہ وہ تحریف قرآن کے قائل تھے[1]

۱۱۔ عالم محقق، زین الدین بیاضی صاحب کتاب "الصراط المستقیم" انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ہم تحریف، تبدیلی، زیادتی اور کمی سے اس کی حفاظت کرنیوالے ہیں[2]

۱۲۔ قاضی سید نور اللہ شوستری فرماتے ہیں: شیعوں کی طرف جو یہ نسبت دی جاتی ہے کہ وہ قرآن میں تبدیلی کے قائل ہیں تو یہ جمہور امامیہ کا قول نہیں ہے یہ تو بس ایک چھوٹے سے گروہ کا قول ہے۔ جن کی طرف التفات نہیں کیا جاتا[3]

۱۳۔ مقدس بغدادی نے اپنی کتاب "شرح وافیہ" میں قرآن میں کمی نہ ہونے پر اجماع علماءِ شیعہ نقل فرمایا ہے[4]

۱۴۔ فاضل جواد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: قرآن بطور متواتر نقل ہوا ہے۔ اور جو احاد سے نقل ہوا ہے وہ قرآن نہیں ہے۔ ہم نے متواتر اس لئے کہا ہے کہ اس کے دواعی بہت ہیں۔ اور جو ایسا ہو عادۃً وہ متواتر ہوتا ہے۔[5]

۱۵۔ کاشف الغطاء نے اپنی کتاب "کشف الغطاء عن مبہمات الشریعۃ الغراء" میں شیعوں کی طرف دیئے جانے والے تحریف کے قول کی نفی کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کے آٹھویں بحث میں فرمایا ہے: اس میں کوئی شک نہیں کہ قرآن خدا کی حفاظت کے ذریعہ محفوظ ہے

---

[1] الشیعہ والسنۃ ص۹۳

[2] اظہار الحق جلد ۲ ص۱۳۰

[3] آلاء الرحمٰن شیخ مجاہد بلاغی، ص۲۵-۲۶ از مصائب النواصب و اظہار الحق جلد ۲ ص۱۲۹

[4] آلاء الرحمٰن ص۲۶، الشیعہ فی المیزان ص۳۱۴ و برھان روشن ص۱۱۳ (فارسی)

[5] رد فصل الخطاب قلمی ص۱۹

جیسا کہ صریح قرآن اور ہر زمانہ میں علماء کا اجماع اس بات پر دلالت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اگر شاذ و نادر کوئی قول ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہے۔ اور وہ روایتیں جو قرآن میں کمی کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں۔ تو یہ بدیہی ہے کہ ان روایتوں کے ظواہر پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔

کاشف الغطاء نے اپنی کتاب "حق المبین" میں فرمایا ہے:

علماء اخباریین سے عجیب و غریب اقوال صادر ہوتے ہیں انہیں میں سے ایک قول "قرآن میں کمی" کا بھی ہے۔ یہ قول ان روایتوں پر مبنی ہے جن کی تاویل ضروری ہے، یا پھر انہیں رد کر دینا لازم ہے۔ بعض روایتوں میں تہائی یا چوتھائی قرآن کی کمی کا ذکر ہے ان میں یہ بھی ہے کہ سورۂ تبت سے منافقین کے چالیس نام کم ہو گئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ باتیں عقل کے خلاف ہیں۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو پیغمبر نے جو پیش کیا اور مسلمانوں کے سامنے پڑھا اور مسلمانوں نے جو لکھا اس پر منافقین طعن و تشنیع کرتے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ چونکہ قرآن تواتر سے نقل ہوتا چلا آیا ہے اس لئے سب اچھی طرح جانتے ہیں مسلمانوں نے قرآن کی آیات اس کے حروف اور کلمات کو مکمل طور پر لکھا ہے لہذا اس قسم کی بات کو کیسے تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا ہوتا (یعنی کچھ کمی ہو گئی ہوتی) تو کفار اور اسلام کے دشمنوں کے درمیان اس کو اسلام اور مسلمانوں کے ایک بڑے عیب کے عنوان سے شہرت ہوتی۔

۱۶۔ محمد جواد بلاغی نے اپنی تفسیر "آلاء الرحمن" میں امامیہ کی طرف دی جانیوالی تحریف کی نسبت کا انکار کیا ہے۔

۱۷۔ سید مہدی طباطبائی المعروف بہ بحر العلوم نے اپنی کتاب "فوائد الاصول" کے اس حصہ میں جہاں انہوں نے کتاب خدا کی حجیت سے بحث کی ہے عدم تحریف کے قول کو اختیار فرمایا ہے[1]

۱۸۔ آیت اللہ کوہ کمری نے بھی عدم تحریف کا قول اختیار کیا ہے جیسا کہ ان کے شاگرد نے اپنی کتاب "بشری الاصول" میں نقل فرمایا ہے:

---

[1] کشف الارتیاب فی رد فصل الخطاب

۱۹۔ سید محسن امین عاملی نے اپنی کتاب "اعیان الشیعہ" میں جس میں انہوں نے علماء واکابر شیعہ کے حالات بیان کئے ہیں — عدم تحریف کا قول — اختیار کیا ہے اور جس نے تحریف کی نسبت شیعوں کی طرف دی ہے اس کے بارے میں فرماتے ہیں:۔ یہ جھوٹ اور افترا پردازی ہے اس میں ابن حزم کی پیروی کی گئی ہے . . . . شیعوں کے بڑے بڑے علماء اور محدثین نے اس کے خلاف فرمایا ہے — دوسری جگہ آپ بیان فرماتے ہیں: — علماء قدیم ہوں یا علماء جدید شیعوں میں سے کسی عالم نے بھی یہ نہیں کہا ہے کہ قرآن میں تھوڑی بہت زیادتی ہوگئی ہے بلکہ سارے علماء زیادتی نہ ہونے پر متفق ہیں اور جن کے قول پر توجہ دی جا سکتی ہے وہ متفق ہیں کہ قرآن میں کمی بھی نہیں ہوئی . . . . . اور ان علماء کی طرف جو اس کے خلاف بات منسوب کرے وہ جھوٹا اور اللہ ورسول کی شان میں گستاخی نیز افترا پردازی کرنے والا ہے۔[1]

۲۰۔ ملا فتح اللہ کاشانی — صاحب تفسیر منہج الصادقین[2]

۲۱۔ میرزا حسن آشتیانی نے اپنی کتاب "بحر الفوائد" میں عدم تحریف قرآن کا قول اختیار کیا ہے۔

۲۲۔ شیخ مامقانی — تنقیح المقال میں ۲۳۔ شیخ محمد نہاوندی۔ تفسیر "نفحات الرحمٰن"

۲۴۔ سید علی نقی ہندی۔ مقدمہ تفسیر قرآن میں۔ ۲۵۔ سید محمد مہدی شیرازی

۲۶۔ آیت اللہ سید شہاب الدین مرعشی نجفی۔

۲۷۔ سید عبد الحسین شرف الدین عاملی نے موسیٰ جار اللہ کے سوالات کے جواب میں نیز فصول المہمہ میں لکھا ہے:

"قرآن حکیم میں باطل کہیں سے نہیں داخل ہو سکتا، جو کچھ لوگوں کے درمیان دو دفتیوں میں ہے وہی قرآن ہے اس میں نہ تو ایک حرف کی زیادتی ہوئی ہے اور نہ کمی اور نہ اسمیں ایک کلمہ یا ایک حرف کی تبدیلی ہوئی ہے۔ اس کا ہر حرف قرآن ہے، اور زمانہ پیغمبرؐ سے لیکر اب تک

---

[1] اعیان الشیعہ جلد ۱ ص۴۱ و ۴۶ دار التعارف

[2] برھان روشن مصنف میرزا مھدی بروجردی

ہر زمانہ میں یقینی طور پر متواتر ہے قرآن جس طرح آج موجود ہے اسی طرح پیغمبر کے زمانہ میں جمع ہوچکا تھا اور جناب جبرئیل علیہ السلام ہر سال پیغمبر کے سامنے ایک بار قرآن پیش کرتے تھے جس سال حضرت کی وفات ہوئی اس سال جبرئیل نے دو بار قرآن پیش کیا اور اصحاب بھی بار بار پیغمبر کے سامنے قرآن پیش کرتے نیز اسکی تلاوت کرتے تھے ۔ یہ ساری باتیں محققین علماء امامیہ کے نزدیک بڑی واضح ہیں"[2]

۲۸۔ آیت اللہ سید محمد رضا گلپا یگانی ۔

۲۹۔ امام خمینی ۔ اپنی کتاب "کشف الاسرار" میں ۔

۳۰۔ علامہ ھبۃ الدین شہرستانی فرماتے ہیں : "مشہور یہی ہے اور یہی جمہور کا خیال بھی ہے کہ جو قرآن اللہ کی طرف سے پیغمبر پر نازل ہوا وہ وہی ہے جو دو دفتیوں کے درمیان آج موجود ہے ۔ کچھ حشویہ اور صوفی محدثین ان بعض ضعیف حدیثوں کی بنا پر دھوکہ میں آگئے جنکو صدر اسلام میں مختلف فرقوں کے لیڈروں نے وضع کر لیا تھا، ان کی بنا پر قرآن مجید میں کمی اور زیادتی کا گمان کر بیٹھے ۔ سید مرتضیٰ علم الھدیٰ نے ہمارے دوسرے محققین کی طرح اس بات کی تصریح کی ہے کہ قرآن ہر طرح کی کمی اور زیادتی سے محفوظ ہے"[2]

۳۱۔ آیت اللہ منتظری جنھوں نے اتحاد بین المسلمین کی آواز بلند کی ہے ، فرماتے ہیں کہ "کبھی بھی شیعوں کا تحریف قرآن کا عقیدہ نہیں رہا ہے ۔ انکی طرف تحریف کے قول کی نسبت دینا صرف تہمت ہے"[3]

عدم تحریف قرآن کے سلسلہ میں علماء شیعہ کے اور بھی بیانات پائے جاتے ہیں جسے ہم نے اس جگہ نقل نہیں کیا ۔ شائقین حضرات شیعہ اصول فقہ کی کتاب میں بحث "حجیۃ کتاب" اور کتاب "کشف الارتیاب فی رد فصل الخطاب" ملاحظہ فرما سکتے ہیں ۔

جن علماء کا ہم نے آخر میں ذکر کیا ہے ، عدم تحریف قرآن کے سلسلہ میں انکی کتابیں بھی موجود ہیں۔

---

[1] فصول المہمۃ ص ۱۶۵ - ۱۶۶

[2] مجلہ المرشد جلد ۳ ص ۲۱۱ ، طبع بغداد

[3] کیھان ۲۲ آبان سال ۵

جن کا ذکر مرزا مہدی بروجردی، صاحب کتاب "برہان روشن" نے کیا ہے۔ جن علماء کا نام ہم نے اوپر پیش کیا ہے ان کے علاوہ دوسرے افاضل کا نام بھی تحریر فرمایا ہے ملاحظہ ہو ان کی کتاب "کتابات و رسالات حول اثبات عدم التحریف" :

(۱) رسالۂ شیخ حر عاملی، جسے صاحب کتاب لؤلؤۃ البحرین نے نقل کیا ہے۔[۱]

(۲) رسالۂ شیخ عبد العالی کرکی، اس رسالہ میں قرآن میں کمی کی نفی کی گئی ہے۔[۲]

(۳) رسالۂ شیخ آقا بزرگ تہرانی، جس کا نام "النقد اللطیف فی نفی التحریف"[۳] ہے۔

(۴) "البیان فی تفسیر القرآن" تحریف قرآن کے سلسلہ میں آیت اللہ خوئی کی تحقیق۔

(۵) "المیزان فی تفسیر القرآن" میں آیۂ "انا نحن نزلنا الذکر..." کے ذیل میں علامہ محمد حسین طباطبائی کی تحقیق۔

(۶) رسالۂ علامہ عبد الحسین رشتی حائری جس کا نام "کشف الاشتباہ" ہے جو موسیٰ جار اللہ کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

(۷) شیخ عبد الرحیم تبریزی کی کتاب "آلاء الرحیم" جو تحریف کی رد میں لکھی گئی ہے۔

(۸) سید محمد حسین شہرستانی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام "رسالہ فی حفظ الکتاب الشریف عن شبھۃ القول بالتحریف" ہے۔

(۹) استاد "فاضل" کی کتاب "المدخل فی التفسیر" میں ایک رسالہ موجود ہے۔ یہ کتاب چند سال پہلے قم سے چھپ چکی ہے۔

(۱۰) مؤلف "فصل الخطاب" کے زمانہ ہی میں شیخ محمود معرب تہرانی کا رسالہ "رد فصل الخطاب" لکھا جا چکا ہے۔

اب بحث کے آخر میں ہم شیعوں کے معتقد تحریف نہ ہونے کے سلسلہ میں ایک سنی عالم، رحمۃ اللہ

---

[۱] افسانۂ تحریف ص۲۳۹ (فارسی)

[۲] آلاء الرحمٰن ص۲۶

[۳] الذریعہ ج ۱۶

ھندی کا قول نقل کر رہے ہیں جسے آپ نے اپنی کتاب "اظہار الحق" میں بیان فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں :

> قرآن مجید جمہور علماء شیعہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک تغیر اور تبدیلی سے محفوظ ہے۔ شیعوں میں جو قرآن میں کمی کی بات کہتا ہے اس کی بات علماء امامیہ کے نزدیک مردود اور ناقابل قبول ہے۔[1]

عدم تحریف کے سلسلہ میں اکابر علماء امامیہ کے قول کو نقل کرنے کے بعد عالم اہل سنت جناب رحمۃ اللہ ہندی فرماتے ہیں :

> اس سے ظاہر ہوا کہ علماء فرقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک وہ قرآن جسے اللہ نے اپنے نبیؐ پر نازل کیا تھا وہی ہے جو دو دفتیوں کے درمیان ہے اور لوگوں کے پاس موجود ہے اس سے زیادہ نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ قرآن پیغمبرؐ کے زمانہ میں جمع کیا جا چکا تھا۔"[2]

---

[1] اظہار الحق جلد ۲ ص۱۲۸

[2] اظہار الحق طبع استانبول ص۸۹ و طبع مصر ص۷ م۱۳۰۹

مصحفِ علیؑ؟

علیؑ اور جمع قرآن

تاریخ اور حدیث کی کتابوں میں یہ ملتا ہے کہ علیؑ نے پورا قرآن حفظ اور جمع کر لیا تھا۔ اور یہ بھی موجود ہے کہ کاتبین وحی میں آپ کا مقام سب سے بلند تھا۔

ابن ابی الحدید کا بیان ہے کہ، سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپؑ عہد پیغمبرؐ میں قرآن حفظ کرتے تھے اور آپ کے علاوہ کوئی بھی قرآن حفظ نہیں کرتا تھا۔ آپ وہ شخص ہیں جنھوں نے سب سے پہلے قرآن جمع کیا۔[1]

سلیم ابن قیس سے مروی ہے کہ: حضرت علی علیہ السلام بعد وفات پیغمبرؐ، گھر میں رہے اور جمع و تالیف قرآن کرتے رہے جب تک قرآن جمع نہیں کر لیا گھر سے باہر نہیں نکلے۔[2]

کلبی سے روایت ہے کہ: پیغمبرؐ کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے گھر میں بیٹھ کر قرآن جمع کیا۔[3]

کتانی کی روایت ہے: علیؑ نے پیغمبرؐ کی وفات کے بعد مطابق تنزیل' قرآن کو جمع کیا۔

ابن منادی راوی ہیں کہ حضرت علیؑ نے وفات پیغمبرؐ کے بعد قسم کھائی کہ جب تک آپ قرآن نہیں جمع کریں گے دوش سے ردا نہیں اتاریں گے پھر آپ نے اپنے گھر میں بیٹھ کر تین دن میں قرآن جمع

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید جلد ۱ ص۲۷

[2] کتاب سلیم ابن قیس ص۲۵

[3] التسہیل لعلوم التنزیل جلد ۱ ص۴

[4] التراتیب الاداریہ ج ۱ ص۴۶

کرلیا، یہ پہلا مصحف تھا جس میں آپ نے قلب سے جمع فرمایا تھا۔[۵]

نبیؐ سے علیؑ کی قربت اور ان کے ساتھ ہمیشہ رہنے کا تقاضا یہ تھا کہ آپ قرآن کو اچھی طرح جمع کرتے حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ:

ولقد کنت اتبعہ اتباع الفصیل اثر امہ یرفع لی فی کل یوم من اخلاقہ علماً
ویامرنی بالاقتداء بہ۔ ولقد کان یجاور فی کل سنۃ بحراء فاراہ
ولا یراہ غیری۔ ولم یجمع بیت واحد یومئذ فی الاسلام
غیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وخدیجۃ وانا ثالثھما۔ اری
نور الوحی والرسالۃ واشم ریح النبوۃ۔ ولقد سمعت رنۃ الشیطان
حین نزل الوحی علیہ صلی اللہ علیہ وآلہ۔ فقلت یا رسول اللہ
ما ھذہ الرنۃ؟ فقال ھذا الشیطان قد آیس من عبادتہ۔ انک
تسمع ما اسمع وتری ما اری الا انک لست بنبی ولکنک لوزیر وانک
لعلی خیر

"میں ان کے ساتھ یوں رہتا تھا جیسے اونٹنی کا بچہ اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے۔ آپ ہر روز میرے لئے اخلاقِ حسنہ کے پرچم بلند کرتے تھے اور مجھے ان کی پیروی کا حکم دیتے تھے اور ہر سال کوہِ حرا میں کچھ عرصہ قیام فرماتے تھے اور وہاں میرے علاوہ کوئی انہیں نہیں دیکھتا تھا۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ام المومنین خدیجہ کے گھر کے علاوہ کسی گھر کی چار دیواری میں اسلام نہ تھا البتہ میں ان میں کا تیسرا تھا، میں وحی و رسالت کا نور دیکھتا اور نبوت کی خوشبو سونگھتا تھا۔ جب آپ پر وحی نازل ہوئی تو میں نے شیطان کی ایک چیخ سنی جس پر میں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ آواز کیسی ہے تو آپ نے فرمایا شیطان ہے جو اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو چکا ہے۔ (اے علیؑ) جو میں سنتا ہوں تم بھی سنتے ہو اور جو میں دیکھتا ہوں تم بھی

---

[۵] فہرست ابن ندیم ص۳۰۔ اعیان الشیعہ، ج ۱ ص۸۹۔ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص۵۵۔ الطبقات الکبریٰ، ج ۲ ص۳۳۸۔ تفسیر ابن کثیر ج ۴، باب فضائل القرآن ص۲۸

دیکھتے ہو فرق اتنا ہے کہ تم نبی نہیں ہو بلکہ (میرے) وزیر و جانشین ہو اور یقیناً بھلائی کی راہ پر ہو۔[1]

سلیمان اعمش سے منقول ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: "ما نزلت الآیۃ الا و انا علمت فیما انزلت و این نزلت و علی من نزلت، ان ربی وھب لی قلباً عقولاً و لساناً طلقاً۔" "کوئی آیت نہیں نازل ہوئی مگر میں اس کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں کہاں اور کس پر نازل ہوئی۔ اللہ نے ہم کو سمجھنے والا دل اور بولنے والی زبان عطا کی ہے۔"[2]

آپؑ نے فرمایا: "سلونی عن کتاب اللہ فانہ لیس من آیۃ الا و قد عرفت بلیل نزلت ام بنھار، فی سھل ام جبل۔"[3] "کتاب خدا کے بارے میں مجھ سے پوچھو کیونکہ کوئی ایسی آیت نہیں ہے جس کے بارے میں مجھے معلوم نہ ہو کہ وہ رات میں نازل ہوئی یا دن میں، ہموار زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔"

سلیم ابن قیس سے بھی اس طرح کی حدیث مروی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: "ما نزلت علی رسول اللہ آیۃ من القرآن الا اقرانیھا و املاھا علیّ فکتبتھا بخطی و علمنی تاویلھا و تفسیرھا و ناسخھا و منسوخھا و محکمھا و متشابھا و دعا اللہ عز و جل ان یعلمنی فھمھا و حفظھا فما نسیت آیۃ من کتاب اللہ عز و جل و لا علما املاہ علیّ فکتبتہ"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کوئی ایسی آیت نازل نہیں ہوئی جو انہوں نے مجھکو نہ پڑھایا ہو اور املا نہ کرایا ہو اور میں نے اس کو اپنے ہاتھوں سے لکھ نہ لیا ہو، پیغمبرؐ نے مجھکو اس آیت کی تاویل، تفسیر، ناسخ، منسوخ، محکم، متشابہ بتایا اور ہمارے لئے فہم و حفظ کے لئے خدا سے دعا کی، کتاب خدا کی کسی آیت کو میں نہیں بھولا اور نہ اس علم کو فراموش کیا جس کو آپ نے املا کرایا تھا اور میں نے لکھ لیا تھا۔"[4]

---

[1] نہج البلاغہ صبحی صالح، ص ۳۰۰ و ۳۰۱، خطبہ قاصعہ۔ اسی سلسلہ میں شرح نہج البلاغہ ابن حدید ج ۱۳ ص ۱۹۸-۲۱۲ ملاحظہ ہو۔

[2] تفسیر عیاشی۔ ج ۱ ص ۱۷۔ بحار الانوار ج ۸۹ ص ۹۸۔ طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۳۳۸ [3] طبقات کبریٰ ج ۲ ص ۳۳۸

[4] اکمال الدین۔ ج ۱ ص ۲۰۱۔ بحار الانوار ج ۸۹ ص ۹۸، ۹۹ و ۷۹۔ البرھان ج ۱ ص ۱۶۔ الاحتجاج ص ۱۳۹، نہج السعادہ ج ۲ ص ۶۱۸، ۶۲۳، ۶۲۰ - ۶۲۴، ۶۲۸، ۶۲۶

چونکہ حضرت علیؑ تمام آیات کے عالم اور اس کی شان نزول سے واقف تھے لہٰذا آپ نے گزشتہ روایت کے مطابق اپنے مصحف میں اس طرح قرآن لکھا جس طرح نازل ہوا تھا اور جس طرح پیغمبرؐ نے حکم دیا تھا — اس مصحف میں آپ نے رسول اللہؐ کے بتائے ہوئے تاویل آیات کو بھی درج فرمایا اس لئے وہ مصحف آیتوں کی تاویل اور شان نزول کے اعتبار سے مکمل ترین مصحف تھا۔

محمد ابن سیرین عکرمہ سے نقل کرتے ہیں: "ابوبکر کی خلافت کے ابتدائی دنوں میں علیؑ بن ابیطالبؑ نے گھر میں بیٹھ کر قرآن جمع کیا۔ محمد ابن سیرین کہتے ہیں کہ میں نے عکرمہ سے کہا کہ "کیا کسی دوسرے شخص کی بھی تالیف اسی نہج پر ہے جس انداز سے قرآن اترا تھا" تو عکرمہ نے جواب دیا کہ "اگر جن و انس مل کر بھی اس طرح قرآن جمع کرنا چاہیں تو یہ ان کے بس کی بات نہیں ہے"[1]

جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ مصحف علیؑ کے بارے میں فرماتے ہیں: آپ نے مکی آیتوں کو مدنی آیتوں پر اور منسوخ کو ناسخ پر مقدم کیا اور ہر آیت وہاں رکھی جہاں اس کا حق تھا۔[2]

جناب شیخ مفید فرماتے ہیں: جملہ مسلمان مفسرین جس چیز پر متفق ہیں وہ یہ ہے کہ امیرالمومنین کے مصحف میں موجود تاویل قرآن اس کے معانی کی تفسیر اور اس کے نزول کی حقیقت کو حذف کردیا ہے۔[3] جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپ کے مصحف میں آپ کی خلافت پر نصوص موجود تھے، مذکورہ بالا عبارتوں سے صاف طور پر واضح ہوجاتا ہے کہ وہ سب تاویل قرآن تھی (نہ کہ قرآن)[4]

"ابن جزی کلبی کہتے ہیں: اگر حضرت علیؑ کا مصحف مل جائے تو اس میں علم کثیر موجود ہے۔"[5]

اسلاف کے مصحف میں سوروں کی ترتیب کے اختلاف کو ذکر کرتے ہوئے سیوطی نے لکھا ہے: "کچھ وہ ہیں جنہوں نے مصحف کو مطابق نزول قرآن ترتیب دیا اور وہ علیؑ ہیں، آپ کے قرآن میں پہلے سورۂ اقراء، پھر سورۂ مدثر، پھر نون، اس کے بعد مزمل اور اس کے بعد سورۂ تکویر تھا اس طرح آپ نے آخر تک مکی اور مدنی سوروں کو جمع کیا تھا۔"[6]

---

[1] الاتقان ج۱ ص۵۷ و ۵۸

[2] بحار الانوار ج۸۹ ص۴۷

[3] اوائل المقالات ص۹۴

[4] التسہیل لعلوم التنزیل ج۱ ص۴

[5] الاتقان ج۱ ص۶۲

اسی طرح ابن اشتہ نے ابن سیرین سے حکایت کی ہے کہ: "علیؑ نے اپنے مصحف میں ناسخ و منسوخ درج کیا تھا۔[1]

ایک دوسری جگہ ابن سیرین سے منقول ہے کہ: "اگر وہ کتاب مل جاتی تو اس میں علم موجود تھا"

تو کیا ابن سیرین کا یہ خیال تھا کہ مصحف علیؑ میں بعض وہ آیتیں تھیں جو دوسرے مصاحف میں نہیں ہیں !! ؟ نہیں بلکہ مصحف علیؑ میں جو اضافہ تھا وہ تاویل اور تنزیل کا اضافہ تھا۔ جیسا کہ خود اس کی تصریح حضرت علیؑ نے اپنے کلام میں کی ہے۔ آپ نے فرمایا:

ولقد جئتهم بالكتاب مشتملا على التنزيل والتاويل[2]

میں وہ کتاب لایا ہوں جو تنزیل اور تاویل پر مشتمل ہے۔

اس کے علاوہ وہ روایتیں[3] بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں جن میں یہ ملتا ہے کہ حضرت علیؑ کے مصحف میں بعض قریش کے منافقین کے نام کی تصریح موجود تھی اور تمام آیتوں کی تاویل اور شان نزول کی تشریح تھی۔

جب قرآن اس انداز سے جمع ہوا تھا تو اس طرح سوائے علیؑ کے جمع قرآن اور کوئی دوسرا کر ہی نہیں سکتا اس لئے کہ امام ابو جعفر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:-

"ما ادّعیٰ احد من الناس انه جمع القرآن كله كما انزل الا كذاب وما جمعه وحفظه كما انزل الا علی ابن ابی طالب والائمة بعده[4]

قرآن جس طرح نازل ہوا اس طرح اگر کسی نے قرآن کے جمع کرنے کا دعویٰ کیا تو وہ جھوٹا ہے (اس لئے کہ) قرآن جس طرح نازل ہوا تھا ویسے سوائے علیؑ اور ان کے بعد کے ائمہ طاہرین کے اور کسی نے نہ تو قرآن کو جمع کیا اور نہ حفظ کیا۔"

علیؑ کے قرآن جمع کرنے کو اگر یوں تعبیر کیا جائے کہ انہوں نے اپنے سینہ میں اس کو جمع فرمایا تھا۔ تو یہ بات ان روایتوں کے خلاف ہے جو مصحف میں جمع قرآن کے بارے میں

---

[1] تاریخ الخلفاء ص ۱۸۵، طبقات الکبریٰ ج ۲ ص ۳۸۸ [2] الاء الرحمٰن ص ۲۵۷ [3] الاحتجاج، بحار الانوار ج ۹۲ ص ۴۲، بصائر الدرجات ص ۱۹۳۔ [4] الکافی، کتاب فضل القرآن

یا کیفیت تالیف کے بارے میں وارد ہوئی ہیں۔ بہرحال یہ بات تو ظاہر ہو گئی کہ مصحف علیؑ کے سلسلہ میں جو روایتیں پائی جاتی ہیں ان میں کہیں بھی اس بات کا اشارہ نہیں ہے کہ علیؑ کے مصحف میں کچھ ایسی آیتوں کا اضافہ رہا ہو جو دوسروں کے مصحف میں نہیں تھیں بلکہ حضرت علیؑ کے مصحف میں فقط بعض آیتوں کے نزول کی نشاندہی اور تاویلیں موجود تھیں۔

یہاں ایک یہ بات بھی بتادینا بہت ضروری ہے کہ حضرت علیؑ نے ایک قرآن نہیں لکھا تھا۔ بلکہ ایک قرآن تو آپ نے تفسیر اور تاویل کے ساتھ لکھا تھا جو ائمہ علیہم السلام کے پاس موجود تھا، اور ایک دوسرا قرآن بھی لکھا تھا جو آپ کے روضہ مبارک میں موجود تھا یہ قرآن تین جلدوں میں حضرت علیؑ کی تحریر میں تھا لیکن ۷۵۵ھ میں جب روضہ کو جلا دیا گیا تو اس قرآن کو بھی جلا دیا گیا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے جمع کردہ قرآن میں موجودہ قرآن سے زیادہ کچھ بھی نہ تھا۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو یہ بات لوگوں کے درمیان پھیل گئی ہوتی دراں حالیکہ وہ قرآن آٹھویں صدی ہجری تک نجف میں موجود تھا (اور کوئی ایسی بات شایع نہیں ہوئی)

مصحف فاطمہؑ

ممکن ہے کسی ذہن میں یہ خیال آئے کہ مصحف فاطمہؑ بھی مصحف عائشہ، مصحف حفصہ اور دوسرے صحابہ و تابعین کے مصحفوں کی طرح ہے جس میں قرآن متواتر کے برخلاف کچھ آیتیں موجود ہوں۔ لہٰذا اس غلط فہمی کو دور کر دینا بھی ضروری ہے۔

بہت سی روایتوں میں مصحف فاطمہؑ کا ذکر آیا ہے اور بعض روایتوں میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ اس مصحف میں، آنے والے واقعات کا علم موجود تھا۔ اس میں حرام و حلال کا ذکر نہ تھا۔ جیسا کہ بعض دوسری روایتوں سے یہ بات معلوم ہوتی ہے۔ اس مصحف میں جناب فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کی وصیت موجود تھی۔ اسی بنا پر یہ ممکن ہے کہ اس مصحف میں بعض وہ معارف بھی رہے ہوں جو آپ نے اپنے پدر بزرگوار سے اپنی زندگی میں حاصل کئے تھے۔ اور بعض روایتوں کے صریحی بیان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مصحف فاطمہؑ میں قرآن نہیں ہے اور نہ وہ مصحف قرآنی ہے۔ الکافی ج ۱ ص ۲۴۰

ہم یہاں یہ نہیں بیان کرنا چاہتے کہ مصحف فاطمہؑ میں کیا ہے بلکہ یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ

مصحف فاطمہؑ مصحف قرآنی نہیں ہے۔ لہٰذا اس جگہ کوئی توہم نہ پیدا ہونے پائے جیسا کہ بعض افراد کو توہم ہوا ہے۔

اس بات کو ثابت کیا جا چکا ہے کہ امامیہ قرآن کو تحریف سے محفوظ جانتے ہیں اب اس کے بعد بعض باتوں کی طرف توجہ دینا بھی ضروری ہے۔

الف۔ چاہے عمداً ہو یا سہواً۔ اہل سنت حضرات کو یہ غلط فہمی ہوتی ہے کہ وہ شیعوں کے متعدد فرقوں کے اعتقاد میں تمیز نہیں دیتے اور سب کو آپس میں مخلوط کر دیتے ہیں وہ غالی اور اعتدال پسند شیعوں کے درمیان امتیاز نہیں کرتے۔ لہٰذا بعض کے اعتقادات کو بعض دوسروں کے سر منڈھ دیتے ہیں۔ اسی لئے ڈاکٹر حفنی داؤد، احمد امین مصری کے بارے میں فرماتے ہیں،

انہوں نے امامیہ اور نصیری فرقہ کے درمیان علمی فرق نہیں محسوس کیا ۔۔۔۔۔۔ بلکہ اس سے بڑھ کر تو یہ ہے کہ انہوں نے اعتدال پسندوں اور ان متعصبین کے درمیان فرق نہیں محسوس کیا جو دوسروں کے عقائد پر زبردست تنقید کرتے ہیں[1]۔

حفنی داؤد فرماتے ہیں: "معتدل شیعوں میں سے امامیہ اور زیدیہ ہیں جو کیسانیہ، نصیری اور حلولیہ سے مکمل طور پر اختلاف رکھتے ہیں[2]۔"

اہل سنت حضرات سے یہ خلط مبحث شیعی عقائد سے ناواقفیت کی بنا پر واقع ہوا ہے اور میرے خیال سے وہ ان فرقوں کے درمیان تمیز دینا بھی نہیں چاہتے اس لئے کہ اس سے شیعوں پر اعتراض کرنے میں آسانی ہوتی ہے درآں حالیکہ ایک فکر سلیم رکھنے والے کے لئے یہ بات مناسب نہیں ہے۔

بعض وہ مسائل جو غالی شیعوں کے اعتقاد کا جزو ہیں ان کو شیعہ امامیہ کی طرف منسوب کرنا درست نہیں ہے، مسئلہ تحریف اسی طرح کے مسائل میں سے ایک مسئلہ ہے۔ تحریف قرآن کا عقیدہ سیّاری اور احمد بن محمد کوفی وغیرہ جیسے غالیوں کا عقیدہ ہے ان ہی لوگوں نے تحریف قرآن کی روایتیں نقل کی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ غالیوں کا عقیدہ ہے اس کی نسبت امامیہ کی

---

[1] مع الکتب الخالدہ ص۱۸۰

[2] مع الکتب الخالدہ ص۱۷

طرف دینا صحیح نہیں ہے۔

لیکن جاہل اور کینہ پرور افراد، شیعہ فرقہ کے متقدمین اور متأخرین میں فرق کئے بغیر تحریف کے قول کو شیعوں کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

دراں حالیکہ اس طرح کی روایتوں کا ایک بڑا حصہ ان لوگوں سے مروی ہے جو شیعہ رجال کی کتابوں میں غالی اور کذاب کی حیثیت سے پہچانے جاتے ہیں۔

بعض علماء جو امامیہ کے نام سے مشہور ہیں وہ بعض غالیوں کی طرف میلان رکھتے ہیں۔

جیسا کہ بعض سنی علماء نے بعض مسائل میں اپنے اقوال کو پیش کیا ہے۔ جیسے ابن تیمیہ وغیرہ۔

ظاہر ہے کہ اس کو عام علماء اہلسنت قبول نہیں کرتے اور نہ تمام اہلسنت کی طرف ان اعتقادات کی نسبت دینا ممکن ہے۔

لہذا ایسے افراد سے جو باتیں منقول ہوں ان کو شیعوں سے منسوب کرنا درست نہیں ہے زرقانی نے انصاف کی بات کہی ہے وہ کہتے ہیں:

بعض غالی شیعوں کا یہ خیال ہے کہ عثمان اور ان سے پہلے ابوبکر و عمر نے بھی قرآن میں تبدیلی کر دی اور بہت سی آیتوں اور سوروں کو نکال دیا[1]

اس کے بعد زرقانی کہتے ہیں: شیعہ علماء ان خرافات سے بری ہیں اور ان چیزوں کو ان سے منسوب نہیں کیا جا سکتا ہے[2]

جیسا کہ ڈاکٹر عبدالصبور شاہین رقم طراز ہیں: "جن لوگوں نے مصحف کے بارے میں بعض جھوٹی روایتیں بیان کی ہیں وہ غالی ہیں[4]"

آپ شیعوں کی تصانیف کو ملاحظہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ شیعوں نے غالیوں کی رد میں دسیوں کتابیں لکھی ہیں اور غالیوں نیز ان کے اعتقادات سے اظہار بیزاری کیا ہے۔ اس کے بعد آپ کو پتہ چل جائیگا کہ ان کے درمیان علمی فرق کیا ہے[5]

---

[1] البرہان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۱۲۷۔ المخاذن ج ۱ ص ۷۔ اعجاز القرآن رافعی ص ۱۸۵۔ تحت برایۃ القرآن رافعی ص ۱۹۱۔ الانتصار ص ۳۲

[2] مناهل العرفان ج ۱ ص ۲۷۳ — [3] مناهل العرفان ج ۱ ص ۲۷۴

[4] تاریخ القرآن ص ۱۶۵ — [5] الذریعۃ تصانیف الشیعۃ ج ۱۱ ص ۲۱۲-۲۱۳-۲۱۴

ب ۔ دوسری بات جس پر متنبہ کرنا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ شیعوں اور سنیوں کے درمیان بعض اخباری پائے جاتے ہیں جو روایت کو بس روایت ہونے کی حیثیت سے قبول کر لیتے ہیں یہ نہیں دیکھتے کہ روایت کتاب خدا کے مطابق ہے یا نہیں ۔ اور ان روایتوں کی سندوں میں بھی دقت نظر سے کام نہیں لیتے وہ صحیح اور غیر صحیح روایت کو قبول کرنے میں کوئی علمی فرق نہیں کرتے۔

لہٰذا ان لوگوں نے جب بعض ایسی روایتیں دیکھیں جن کے ظاہر سے تحریف کا پتہ چلتا تھا تو یہ ان روایتوں سے دھوکہ کھا گئے اور تحریف کے معتقد ہو گئے اور اگر تحریف کے معتقد نہ بھی ہوئے تب بھی ایسی باطل روایتوں کو اپنی کتابوں میں درج کر دیا اس لئے کہ انہوں نے ان روایتوں کی صحت کا احتمال دیا یا کسی اور بہتر وجہ کا احتمال دیا جو ان کی نظر میں تحریف نہ تھی، ان روایتوں کو نقل کرنے کی ذمہ داری انہی کے سر ہے ـــ بہر حال بڑے بڑے علماء شیعہ جیسے صدوق، طوسی، سید مرتضیٰ، طبرسی وغیرہ تحریف کے معتقد نہیں ہیں ۔ انہوں نے شیعوں کی طرف دی جانے والی تحریف کی نسبت سے انکار کیا ہے اور یہی صحیح بھی ہے۔ ان حضرات نے ان روایتوں کے ضعیف ہونے پر تاکید ہے جو تحریف کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہیں ۔ اس سلسلہ میں مقدمۂ مجمع البیان، مقدمۂ تفسیر صافی، اور بحار وغیرہ دیکھی جا سکتی ہیں ۔

فصل الخطاب، تحریف اور اہل سنت :

مرزا محمد تقی نوری طبرسی کی کتاب فصل الخطاب جو تحریف کے موضوع پر لکھی گئی ہے بعض افراد، لوگوں کو یہ کہہ کر دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ پوری کتاب، شیعوں کی روایتوں سے پر ہے ۔ پھر علامہ نوری کی ان دو دلیلوں کا ذکر کرتے ہیں بظاہر جن کی بازگشت احادیث شیعہ کی طرف ہے ۔ اور ان دوسری دس دلیلوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں جن میں سے نو دلیلیں روایات اہلسنت کی طرف پلٹتی ہیں ۔ ہم اس مقام پر علامۂ نوری کی ایک ایک دلیل کا ذکر کریں گے ۔ تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ان میں سے اکثر روایتیں علماء اہلسنت سے منقول ہیں ۔

۲ الشیعہ والقرآن ۔ مولفہ احسان الٰہی ظہیر ۔ انہوں نے فصل الخطاب سے اس کا آخری حصہ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے منتخب فرمایا ہے۔

پہلی دلیل :

اس میں علامہ نوری نے ان روایتوں کو نقل کیا ہے جو علماء اہلسنت اور بعض شیعوں سے منقول ہیں، یہ وہ روایتیں ہیں جن میں یہ بیان کیا گیا ہے "جو کچھ امم سابقہ جیسے بنی اسرائیل میں ہو چکا ہے وہ امت اسلام میں بھی ہوگا۔" اس موضوع پر صحاح اہلسنت کی روایتیں آپ نے نقل کی ہیں اور اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ بنی اسرائیل میں جو کچھ ہو چکا ہے وہ اس امت اسلام میں بھی ہوگا جیسے تحریف کتاب۔

اس استدلال کی عدم صحت سے اگر چشم پوشی بھی کرلیں (اس لئے کہ روایت جن باتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے وہ حوادث اجتماعیہ اور سنن تاریخیہ ہیں جن کی طرف قرآن نے اشارہ کیا ہے) تو ہم یہ کہیں گے کہ ان میں سے اکثر روایتیں علماء اہل سنت سے منقول ہیں اگرچہ بعض روایتیں شیعوں سے بھی مروی ہیں۔

دوسری دلیل

اس دلیل میں علامہ نوری نے جمع قرآن کے سلسلہ میں اہلسنت حضرات کی روایتوں کو ذکر کیا ہے اور اس سلسلہ میں جو خرافات ہیں ان کا بھی تذکرہ کیا ہے جیسے قرآن کا دو گواہوں کی گواہی سے جمع ہونا یا بعض آیات کا فقط بعض افراد کے پاس موجود ہونا ان روایتوں کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن متواتر نہیں ہے اور اس میں تحریف واقع ہوئی ہے۔

درآں حالیکہ جمع قرآن کے اس طرح کے قصہ کو اہلسنت نے نقل کیا ہے شیعوں کا تو اعتقاد یہ ہے کہ قرآن پیغمبرؐ کے زمانہ میں جمع ہو چکا تھا جیسا کہ طبرسی نے مقدمہ مجمع البیان میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

تیسری دلیل :

اس میں علامہ نوری نے ان روایات اہل سنت کو درج فرمایا ہے جن میں یہ ملتا ہے کہ بعض آیتوں اور سوروں کی تلاوت منسوخ ہوگئی !!! اس کے بعد آپ نے تلاوت کے منسوخ ہونے کی نفی کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کچھ آیتیں اور سورے موجود تھے جو خلفا کے ہاتھوں حذف ہوگئے۔ ظاہر ہے کہ یہ وہ باتیں ہیں جن کو اہل سنت نقل

کرتے ہیں۔

ہم بھی نسخ تلاوت کے بطلان کے قائل ہیں لیکن اس سلسلہ میں جو روایتیں ہیں ان کے بارے میں ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ سب احاد ہیں ان سے قرآن ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہم پہ اور تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسی روایتیں چھوڑ دیں اور ان کو دیوار پر دے ماریں۔

چوتھی دلیل

اس دلیل میں آیات کی تقدیم تاخیر کا ذکر ہے پھر اس کے بعد علامہ نوری نے ان روایتوں کو پیش کیا ہے جو برخلاف نزول الٰہی آیات کی تقدیم و تاخیر پر دلالت کرتی ہیں ـــ ان روایتوں میں سے اسلاف کے مصاحف اور علماء اہل سنت کے اقوال ہیں کہ ترتیب قرآن صحابہ کا اجتہاد ہے۔ پھر آپ نے ابی، علیؑ، ابن مسعود جیسے صحابہ کے مصاحف کی ترتیب کو پیش فرمایا ہے۔ یہاں شیعوں سے بھی شواہد پیش فرماتے ہیں۔

ہم بھی سوروں میں تقدیم و تاخیر کے معتقد ہیں لیکن آیتوں میں نہیں اس لئے کہ بعض روایتیں اس بات کی تصریح کرتی ہیں کہ آیتوں کی تعیین خود پیغمبرؐ فرماتے تھے۔ مصاحف میں سورہ کی ترتیب میں اختلاف ہونے سے تحریف ثابت نہیں ہوتی۔

پانچویں دلیل:

اس دلیل میں مصنف نے بعض آیات، کلمات اور سوروں کے نقل ہونے میں صحابہ کے مصحفوں کے اختلاف کو ذکر فرمایا ہے اس دلیل میں مصنف نے، درمنثور، ثعلبی، طبری، اتقان اور کشاف وغیرہ کی روایتوں کو اہلسنت سے نقل کرکے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ کتاب خدا میں تحریف ہوئی ہے۔ لہٰذا اس دلیل میں بھی روایات اہلسنت سے ماخوذ ہیں اگرچہ اس میں اختلاف مصاحف کے سلسلہ میں بعض شیعہ روایتیں بھی موجود ہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ شاذ قرأتیں ہیں جو بعض صحابہ کی طرف منسوب ہیں اسی طرح وہ روایتیں جو اسی بات پر دلالت کرتی ہیں کہ بعض دوسرے سورے اور آیتیں بھی موجود تھیں ـــ وہ احاد ہیں اور ان میں کی اکثر روایتیں جھوٹی ہیں جن سے قرآن ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس کے برخلاف یہ قرآن جو آج موجود ہے یہ تمام مسلمانوں کے نزدیک تواتر سے ثابت ہے سوائے

ان لوگوں کے جو ان جھوٹی روایات کے گھڑنے والے ہیں۔

چھٹی دلیل:

اس دلیل میں مصنف نے ابی ابن کعب سے اہل سنت کی روائتیں نقل کی ہیں پھر اس کے بعد آپنے ان روایتوں کا ذکر کیا ہے جو ان کے مصحف کے بارے میں ہیں۔ اور یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ ان کے مصحف میں موجود قرآن سے زیادہ بھی کچھ موجود تھا۔ اس کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ موجودہ مصحف میں وہ ساری باتیں نہیں ہیں جو ابی بن کعب کے مصحف میں تھیں جن سے تحریف ثابت ہوتی ہے اس باب کی روائتیں بھی زیادہ تر اہلسنت والجماعت کی روائتیں ہیں اور بعض روائتیں شیعوں سے بھی مروی ہیں۔

اس سلسلہ میں ہم وہی کہیں گے جو اس سے پہلے کہہ چکے ہیں۔

ساتویں دلیل:

اس دلیل میں عثمان کے قرآن جلانے کا ذکر اور یہ تذکرہ موجود ہے کہ آپنے تمام لوگوں کو ایک قرأت پر جمع کیا۔ یہ بات بھی روایات اہلسنت میں ملتی ہے۔ جیسا کہ شیعوں نے بھی اس کی روایت کی ہے اور شاید شیعوں نے اہل سنت ہی سے اخذ کیا ہے اور دونوں جماعتوں نے عثمان سے ابن مسعود کی مخالفت کو نقل کیا ہے ـــــ پھر اس کے بعد مصنف نے دوسرے توجیہات کے ساتھ اس سے تحریف کا نتیجہ اخذ کیا ہے۔

اس مقام پر ہم یہ کہتے ہیں کہ عثمان کے عمل (ایک قرأت پر جمع کرنا) کی تائید حضرت علیؑ نے بھی کی تھی اور ابن مسعود کی مخالفت کی بات یا تو غلط ہے یا کسی اور دوسری وجہ سے انہوں نے مخالفت کی تھی۔ شاید انھیں اسی زمانہ کے قرأت قرآن کے کثیر اختلاف کی معرفت نہیں تھی جس کی طرف حذیفہ نے بھی اشارہ کیا تھا۔

آٹھویں دلیل:

اس دلیل میں مصنف نے نقص قرآن کے بارے میں اہل سنت کے اقوال اور ان کی روایتوں کو بیان کیا ہے۔ جیسے ابن عمر سے قرآن میں کمی اور بہت سی آیتوں کے کم ہو جانے کی روایت مستدرک سے مبتات کے سلسلہ میں ابوموسیٰ اشعری کا قول (جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے) یا

خلع اور حفد کا قصہ یا آیت میں "صلاۃ العصر" کی زیادتی کے بارے میں بخاری کی روایت یا مصحف عائشہ کے بارے میں منقول روایت اور بخاری سے دوسری آیتوں کی تحریف کے بارے میں روایتیں جیسے "صواسم الحج" یا "وما استمتعتم" والی آیتوں کے بارے میں روایتیں، نیز ثعلبی، اتقان، موطأ، محاضرات راغب اصفہانی کی روایتیں۔

اس جگہ ہمارا جواب وہی ہے جو ہم نسخ تلاوت کے بارے میں کہہ چکے ہیں۔

نویں دلیل:

میں ان بعض روایتوں سے استنباط کیا گیا ہے جو شیعہ کتابوں میں موجود ہیں۔ اس میں نہ قرآن کا ذکر ہے نہ تحریف کا اور نہ اختلاف قرائت کا۔ بلکہ ان روایتوں میں یہ ملتا ہے کہ ائمہ کے اسمائے گرامی کتب سماویہ میں موجود تھے۔ اس کے بعد مصنف نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ائمہ کے اسماء جس طرح کتب سابقہ میں موجود تھے ویسے ہی ان کو قرآن میں ہونا چاہیئے اس لئے کہ یہ امت اسلامیہ سے مخصوص ہے۔ لیکن جب قرآن میں یہ اسماء نہیں پائے جاتے تو ہم کو یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ان کا ذکر نہیں ہوا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ دشمنوں نے اس کو قرآن سے حذف کر دیا ہے۔

لیکن ہم اس استدلال کو قبول نہیں کرتے اس لئے کہ اس دلیل کے مقدمات میں خدشہ ہے جیسا کہ یہ بھی ممکن ہے کہ ائمہ کے نام کا قرآن میں نہ ہونا دوسری دلیلوں کی بنا پر ہو جن کو ہم نہیں جانتے۔ نیز اس مقام پر ایسی روایتیں موجود ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت علیؑ کا نام قرآن میں نہیں تھا (ان روایتوں کو ہم گزشتہ صفحات میں لکھ چکے ہیں)

دسویں دلیل:

اس دلیل میں مصنف نے ان روایتوں کو پیش کیا ہے جو اختلاف قرائت کے سلسلہ میں اہلسنت حضرات سے مروی ہیں یہ روایتیں بہت زیادہ ہیں ان روایتوں کی توجیہ اہلسنت حضرات یہ پیش کرتے ہیں کہ قرآن سات حرفوں پر نازل کیا گیا وہ لوگ ان قراءتوں کو جائز سمجھتے ہیں اگرچہ قرائتیں دس سے بھی زیادہ ہیں جیسا کہ بعض افراد نے اس کی تصریح کی ہے۔ اس جگہ بعض قرائتوں کے بارے میں شیعہ روایتیں بھی ہیں جن میں سے اکثر درست نہیں ہیں اگرچہ بعض صحیح بھی ہیں۔ اس کے مقابل میں ہمارے ائمہ کا یہ حکم موجود ہے "اقرؤوا کما یقرأ الناس"

تم ویسے پڑھو جیسے لوگ پڑھتے ہیں۔ یا "اقرأوا کما علمتم" ویسے پڑھو جیسے تم کو علم ہے۔
اس کے علاوہ اختلاف قرائت کی روایتیں آحاد ہیں جن سے قرآن ثابت نہیں ہوتا۔

گیارہویں دلیل:

یہ دلیل اور اس کے بعد آنے والی دلیل کی بازگشت ان روایتوں کی طرف ہوتی ہے جو بظاہر شیعہ روایتیں ہیں۔ اس دلیل میں مصنف شیعہ روایتوں کو تحریف کے سلسلہ میں پیش کرتے ہیں۔ اس کے سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ان میں کی اکثر روایتیں سیاری (غالی) اور ضعیف راویوں کی ہیں۔ اس کے علاوہ ان روایتوں کا مقصود تحریف معنوی ہے، تحریف لفظی نہیں، اس لئے کہ اس سلسلہ میں صحیح روایت موجود ہے جو اس کی تصریح کرتی ہے اور وہ روایت امام علیہ السلام کا وہ خط ہے جو آپ نے سعد الخیر کو لکھا ہے جیسا کہ کلینی نے روضۃ الکافی میں ذکر فرمایا ہے (ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں)

بارہویں دلیل:

اس میں مصنف نے تقریباً ایک ہزار شیعہ حدیثیں جمع کی ہیں جو آیتوں کے مخصوص موارد اور ان کی تحریف کے لئے ہیں۔

ان میں سے ۳۲۰ سے زیادہ حدیثوں کی بازگشت سیاری (غالی) کی طرف ہوتی ہے جو امام صادق علیہ السلام کی زبان میں ملعون اور تمام اہل رجال کی نگاہ میں مخدوش ہے۔

ایک ہزار میں سے ۶۰۰ سے زیادہ روایتیں وہ ہیں جو مکرر ہیں ان میں آپس میں فرق صرف یہ ہے کہ یہ روایتیں یا تو سند کے اعتبار سے ایک ہیں لیکن مختلف کتابوں سے نقل کی گئی ہیں۔ یا تو مختلف طریقوں سے نقل کی گئی ہیں۔

سیاری کی روایتوں اور مکرر روایتوں کے علاوہ ۱۰۰ سے زیادہ روایتیں وہ ہیں جو مختلف قرائتوں کے بارے میں ہیں جن میں اکثر روایتیں علامہ طبرسی کی مجمع البیان میں موجود ہیں اور اکثر روایتیں شیعہ سنی دونوں میں مشترک ہیں۔ علامہ طبرسی رجال اہل سنت سے روایتیں نقل فرماتے ہیں۔ جیسے کسائی، ابن مسعود، جحدری، ابی عبدالرحمان السلمی، ضحاک، قتادہ، ابن عمر، ابن حجاز، مجاہد، عکرمہ، عائشہ، ابن زبیر، حمزہ، ابن یعمر، ابن نہیک، سعید ابن جبیر

شعبی، عمر بن قائذ وغیرہ، کیا ان باتوں کے واضح ہوجانے کے بعد ان تھوڑی سی روایتوں کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ شیعہ تحریف کے قائل ہیں چاہے وہ روایتیں کلینی نے نقل کی ہوں یا علی بن ابراہیم قمی نے!!؟ دراں حالیکہ اکثر علماء شیعہ تواتر کے مطابق اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن تحریف سے محفوظ ہے۔

ان باتوں کے علاوہ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ علامہ نوری نے جن روایتوں کو ذکر کیا ہے ان میں سے بعض روایتیں تفسیر اور شان نزول کو بتاتی ہیں جیسا کہ مجلسیؒ نے اصول کافی کی شرح میں اس بات کی صراحت کی ہے۔

کتاب فصل الخطاب کے بارے میں شیعوں کے نظریہ کو جناب صافی پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

علماء امامیہ اور ان کے مشائخ میں ہم کسی کو ایسا نہیں پاتے جو اس کتاب پر بھروسہ کرتا ہو اور شیعوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جو محدث نوری کو اس کتاب کی بدولت بڑا سمجھتا ہو۔

اسی بحث کے آخر میں ہم شیخ آقای بزرگ تہرانی کے قول کو پیش کر دینا چاہتے ہیں جو انہوں نے اپنے استاد میرزا حسین نوری صاحب کتاب فصل الخطاب سے نقل فرمایا ہے۔

آقای بزرگ طہرانی فرماتے ہیں:-

ہم نے علامہ نوری کی زبان سے سنا ہے وہ فرماتے تھے کہ اس کتاب کا نام "فصل الخطاب فی عدم تحریف الکتاب" رکھتے تو زیادہ بہتر تھا۔ اس لئے کہ میں نے اس کتاب میں یہ ثابت کیا ہے کہ موجودہ قرآن جو ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے اور دو دفتیوں کے درمیان ہے یہ اپنے تمام سوروں آیتوں اور جملوں سمیت وحی الٰہی ہے اور جو وقت سے یہ جمع کیا گیا ہے اس وقت سے اب تک اس میں کوئی تبدیلی اور کمی زیادتی نہیں ہوئی وہی پہلا مجموعہ ہم تک تواتر قطعی کے ساتھ پہونچا ہے۔۔ جیسا کہ میں بہت سی جگہوں پر تصریح کرنا بھول گیا ورنہ ملامت کے تیر مجھ تک نہ آتے بلکہ میں نے غفلت میں اس کے برخلاف تصریح کی ہے اور صرف تلمیحاً ص۲۲ پر اپنے مقصود کی طرف اشارہ کیا ہے اس لئے کہ اہم بات یہ ہے کہ "دو

دفتیوں کے درمیان جو کچھ ہے اس سے زیادہ نہیں ہے۔ کا یقین ہوجائے۔ جیساکہ اس عنوان کو ہم نے شیخ مفید علیہ الرحمہ سے ص۳۶ پر نقل کیا ہے۔ اور دو دفتیوں کے مابین (موجودہ قرآن) جو کچھ ہے اس سے زیادہ اور کچھ بھی نہیں ہے اس بات کا یقین ان چھ احتمالات کے دفع کرنے پر موقوف ہے جو اگر باقی رہ گئے تو عدم نقیصہ کا یقین ختم ہوجاتا ہے۔ اور ان احتمالات میں سے کسی کے باقی رہنے یا نہ رہنے کو ہم نے ان قرآئن اور مؤیدات پر غور وفکر کے حوالہ کر دیا ہے جو کتاب میں درج ہیں .....

پھر آقای بزرگ طہرانی کہتے ہیں :۔

"یہ وہ باتیں ہیں جو میں نے اپنے استاد سے سنی ہیں۔ اب رہا ان کا عمل تو ہم نے انھیں دیکھا ہے کہ وہ ایسے اخبار (جو تحریف کے بارے میں ہیں) کو کوئی اہمیت نہیں دیتے تھے بلکہ وہ اسے احاد سمجھتے تھے جن کے ذریعہ قرآن ثابت نہیں ہوسکتا۔ بلکہ ایسی حدیثیں اپنی خصوصیت کی بنا پر دیوار پر دے مارنے کے قابل ہیں[1]"

۲۵۴

[1] مقدمہ مستدرک الوسائل ج ۱ ص ی